ادا ریہ

اے فطرتِ خوابیدہ! اُٹھ اُٹھ کہ بہار آئی

شہر سے دُور ایک پہاڑ پر تنگ و تاریک غار میں ایک پُرنور چہرہ مصروفِ دعا تھا۔ اسے خلوت گزینی اور گوشہ گمنامی میں رہنا پسند تھا۔ ایک عرصہ سے وہ اسی طرح دنیا کے اندھیروں اور ظلمات کو چھوڑ کر اپنے رب سے محو راز و نیاز رہتا تھا۔ روشنی کے آثار پہلے ہی ظاہر ہونا شروع ہو گئے تھے۔ چڑھتے سورج کی طرح روشن رؤیا اور سچی خوابیں دل کو نور یقین سے بھر دیتی تھیں۔ ہر چند کہ وہ نورانی وجود ظلماتِ دہر سے دُور رہنا چاہتا تھا، مگر خدا تعالیٰ اس سراج منیر کے ذریعہ سے تمام عالم کو منور کرنا چاہتا تھا۔

رمضان کی چوبیس تاریخ تھی۔ وہ نورانی وجود یعنی حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حراء کو اپنے پُرنور چہرے سے روشن کیے ہوئے تھے کہ خدا کے فرستادہ حضرت جبرئیل علیہ السلام پہلی وحی قرآنی لے کر نازل ہوئے اور یوں دنیا کی سعادت کے دن شروع ہو گئے۔ ابرِ ظلمت کے چھٹنے اور آفتاب کے طلوع ہونے کا زمانہ شروع ہو گیا۔ وہ رمضان ہی کا مبارک مہینہ تھا جس میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے حکم سے غار حراء کی خلوتوں کو چھوڑ کر دنیا کو نور ہدایت عطا کرنے کے لئے نکلے۔ اس کے ساتھ ہی آسمان سے چلنے والی عون ونصرت کی ہوائیں سعادتمند دلوں کے کواڑ کھٹکھٹا کر یہ صدا بلند کرنے لگیں۔

اے چشم خزاں دیدہ! کھل کہ سماں بدلا
اے فطرتِ خوابیدہ! اُٹھ کہ بہار آئی

رمضان کے مبارک مہینہ میں قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ میں روزوں جیسی عبادت رکھ کر اس کو اور زیادہ بابرکت بنا دیا۔ اس سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نفلی روزے رکھا کرتے تھے۔ روایات میں ذکر ملتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہودی عاشورہ یعنی دس محرم کا روزہ رکھتے تھے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ روزہ کیوں رکھتے ہیں تو آپؐ کو بتایا گیا کہ اس تاریخ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کو فرعون سے نجات عطا فرمائی تھی۔ اس پر آپؐ نے مسلمانوں کو ارشاد فرمایا کہ تم بھی اس دن روزہ رکھا کرو کیونکہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ تعلق رکھتا ہوں۔ لیکن ہجرت کے دوسرے سال رمضان کے روزے فرض ہو گئے۔ اس پر آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اب عاشورہ کا روزہ رکھنا تمہاری مرضی پر ہے۔ جو چاہے رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بڑا بد بخت قرار دیا ہے کہ جس کی زندگی میں رمضان آئے اور وہ اپنے گناہ نہ بخشوا سکے۔ پس اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو رمضان کی برکات سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے گناہ بخشوانے اور خدا کا قرب حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

****

دو آنکھیں ہیں شعلہ زا

کلام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

یہ دو آنکھیں ہیں شعلہ زا یا جلتے ہیں پروانے دو
یہ اشک ندامت پھوٹ پڑے یا ٹوٹ گئے پیمانے دو

پہلے تو مری موجودگی میں تم اکتائے سے رہتے تھے
اب میرے بعد تمھارا دل گھبرائے گا گھبرانے دو

دکھ اتنے دیئے مَیں سہہ نہ سکا یوں زیست کا رشتہ ٹوٹ گیا
اب اپنے کئے پر ظالم دل پچھتاتا ہے پچھتانے دو

خوش ہو کے کرو رخصت دیکھو! تم ناحق اپنی پلکوں پر
جو اشک سجائے بیٹھے ہو ۔ ان اشکوں کو ڈھل جانے دو

مَر کر بھی مرا ، یہ بھیگی آنکھیں ، چین اڑا دیں گی تو کیا
یہ بجھے چراغ سجاؤ گے مِرے مَرقد کے سرہانے دو

نیند آئی ہے تھک ہار چکا ہوں چھوڑو بھی پچھلی باتیں
مَیں رات بہت جاگا ہوں ، اب تو ، صبح تلک ستانے دو

(۱۹۴۴)

(از کلام طاہر مطبوعہ لندن)

رمضان المبارک

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں

(مکرم طارق محمود بلوچ صاحب

رمضان کی حقیقت

رمض سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔ رمضان میں چونکہ انسان اکل وشرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کے لئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔ روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا۔ اہل لغت جو کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینہ میں آیا، اس لئے رمضان کہلایا۔ میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ عرب کے لئے یہ خصوصیت نہیں ہو سکتی۔ روحانی رمض سے مراد روحانی ذوق وشوق اور حرارت دینی ہوتی ہے۔ رمض اس حرارت کو بھی کہتے ہیں، جس سے پتھر گرم ہو جاتے ہیں۔ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 136)

روزہ کی حقیقت

روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کیا بیان کرے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی ایک حقیقت اور اس کا اثر ہے جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے اسی قدر تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اُسے چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے۔ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 102)

ماہ رمضان کی روحانی تاثیر

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرۃ:186) سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلی قلب کرتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے۔ پس اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرہ:186) میں یہی اشارہ ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ روزہ کا اجر عظیم ہے لیکن امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم رکھتے

ہیں۔(ملفوظات جلد2 صفحہ 562,561)

روزہ اور نماز

روزہ اور نماز ہر دو عبادتیں ہیں۔روزے کا زور جسم پر ہے اور نماز کا زور روح پر ہے۔نماز سے ایک سوز و گداز پیدا ہوتا ہے۔اس واسطے وہ افضل ہے۔ روزے سے کشوف پیدا ہوتے ہیں مگر یہ کیفیت بعض دفعہ جوگیوں میں بھی پیدا ہوسکتی ہے لیکن روحانی گدازش جو دعاؤں سے پیدا ہوتی ہے۔اس میں کوئی شامل نہیں۔(ملفوظات جلد4 صفحہ 293,292)

روزہ کی فرضیت

اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا۔مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں۔میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینے میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا تعالیٰ اُسے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہوجائے تو یہ بیماری اُس کے حق میں رحمت ہوتی ہے۔کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے۔مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کرے۔جو شخص کہ روزے سے محروم رہتا ہے مگر اُس کے دل میں یہ نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اور اُس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اُس کے لئے روزے رکھیں گے۔ بشرطیکہ وہ بہانہ جُو نہ ہو۔تو خدا تعالیٰ اُسے ہرگز ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔

یہ ایک باریک امر ہے کہ اگر کسی شخص پر (اپنے نفس کے کسل کی وجہ سے) روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو ایسا شخص جو خدا تعالیٰ کی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے کب اس ثواب کا مستحق ہوگا۔

ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آ گیا اور میں اس کا منتظر تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر بوجہ بیماری کے روزہ نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے۔اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جو ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جس طرح اہل دنیا کو دھوکہ دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔بہانہ جو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش کرتے ہیں اور تکلفات شامل کرکے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ صحیح نہیں۔تکلفات کا باب بہت وسیع ہے اگر انسان چاہے تو اس (تکلف) کی رو سے ساری عمر بیٹھ کر نماز پڑھتا رہے اور رمضان کے روزے بالکل نہ رکھے مگر خدا اس کی نیت اور ارادے کو جانتا ہے جو صدق اور اخلاص رکھتا ہے۔خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے اور خدا تعالیٰ اُسے ثواب سے زیادہ بھی دیتا ہے۔کیونکہ دردِ دل ایک قابل قدر شے ہے۔حیلہ جو انسان تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں۔لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شے نہیں۔

(ملفوظات جلد2 صفحہ 563,564)

نجات فضل سے ہے

جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ رمضان میں روزہ رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا

ہے۔ خدا تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد روزے رکھے۔ خدا تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنا چاہیے۔ کیونکہ نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی نجات حاصل کرسکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت، اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا، بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 321)

مزدور اور روزہ

بعض اوقات رمضان ایسے موسم میں آتا ہے کہ کاشت کاروں سے جبکہ کام کی کثرت مثل تخم ریزی و درووگی ہوتی ہے۔ ایسے ہی مزدوروں سے جن کا گذارہ مزدوری پر ہے روزہ نہیں رکھا جاتا ان کی نسبت کیا ارشاد ہے؟ فرمایا:-

"اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ۔ یہ لوگ اپنی حالتوں کو مخفی رکھتے ہیں۔ ہر شخص تقویٰ و طہارت سے اپنی حالت سوچ لے۔ اگر کوئی اپنی جگہ مزدوری پر رکھ سکتا ہے تو ایسا کرے ورنہ مریض کے حکم میں ہے۔ جب میسر ہو رکھ لے"۔

اور وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ (البقرۃ:۱۸۵) کی نسبت فرمایا کہ: "اس کے معنے یہ ہیں کہ جو طاقت نہیں رکھتے"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 296,297)

فدیہ کی غرض

"ایک دفعہ میرے دل میں خیال آیا کہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے۔ تا کہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شے خدا تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہیے۔ خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کرسکتا ہے تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ (انسان) دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ۔ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کرسکوں یا نہ۔ اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا"۔ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 563)

جاڑے کے روزے

دیکھو! جنہوں نے ان دنوں روزے رکھے ہیں، وہ کچھ دبلے نہیں ہو گئے اور جنہوں نے استخفاف کے ساتھ اس مہینہ کو گذارہ ہے، وہ کچھ موٹے نہیں ہو گئے۔ اُن کا بھی وقت گذر گیا ہے۔ ان کا بھی زمانہ گذر گیا۔ جاڑے کے روزے تھے۔ صرف غذا کے اوقات کی ایک تبدیلی تھی۔ سات آٹھ بجے نہ کھائی چار پانچ بجے کھالی۔ باوجود اس قدر رعایت کے پھر بھی بہتوں نے شعائر اللہ کی عظمت نہیں کی اور خدا تعالیٰ کے اس واجب التکریم مہمان ماہ رمضان کو بڑی حقارت سے دیکھا۔ اس قدر آسانی کے مہینوں میں رمضان کا آنا ایک قسم کا معیار تھا اور مطیع و عاصی میں فرق کرنے کے لئے یہ روزے میزان کا حکم رکھتے تھے۔

خدا تعالیٰ کی طرف سے آسانی تھی۔..... طرح طرح کے پھل اور غذائیں میسر آتی ہیں۔ کوئی آسائش و آرام کا

سامان نہیں جو آج مہیا نہ ہو سکتا ہو۔ بایں ہمہ جو پرواہ نہیں کی گئی اس کی وجہ یہ ہے کہ دلوں میں خدا پر ایمان نہیں رہا۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 317-316)

بوقت سحر بے خبری میں کھانا پینا

خط سے سوال پیش ہوا کہ میں بوقت سحر بماہ رمضان اندر بیٹھا ہوا بے خبری سے کھانا پیتا رہا۔ جب باہر نکل کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ سفیدی ظاہر ہو گئی ہے۔ کیا وہ روزہ میرے اوپر لازم ہے یا نہیں؟

حضرت نے فرمایا کہ:

"بے خبری میں کھایا پیا تو اس پر اس روزہ کے بدلے میں دوسرا روزہ لازم نہیں آتا۔ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 147)

روزہ دار کا آئینہ دیکھنا

ایک شخص کا سوال حضرت صاحب کی خدمت میں پیش ہوا کہ روزہ دار کو آئینہ دیکھنا جائز ہے یا نہیں۔

فرمایا: جائز ہے۔ (ملفوظات جلد 5 صفحہ 135)

حالت روزہ میں تیل لگانا

اسی شخص کا ایک اور سوال پیش ہوا کہ حالت روزہ میں سر کو یا داڑھی کو تیل لگانا جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا: جائز ہے۔ (ایضاً)

آنکھ میں دوائی ڈالنا

اسی شخص کا ایک اور سوال پیش ہوا کہ روزہ دار کی آنکھ بیمار ہو تو اس میں دوائی ڈالنی جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا: یہ سوال ہی غلط ہے۔ بیمار کے واسطے روزہ رکھنے کا حکم نہیں۔ (ایضاً)

کھانے کی رقم مسکین فنڈ میں بھیجنا

اسی شخص کا یہ سوال پیش ہوا کہ جو شخص روزہ رکھنے کے قابل نہ ہو۔ اس کے عوض مسکین کو کھانا کھلانا چاہیے۔ اس کھانے کی رقم قادیان کے یتیم فنڈ میں بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا: ایک ہی بات ہے خواہ اپنے شہر میں کسی مسکین کو کھلائے یا یتیم اور مسکین فنڈ میں بھیج دے۔ (ایضاً)

روزہ دار کا خوشبو لگانا

سوال پیش ہوا کہ روزہ دار کو خوشبو لگانا جائز ہے یا نہیں؟

فرمایا: جائز ہے۔ (ایضاً)

آنکھوں میں سرمہ ڈالنا

سوال پیش ہوا کہ روزہ دار آنکھوں میں سرمہ ڈالے یا نہ ڈالے؟

فرمایا: مکروہ ہے اور ایسی ضرورت ہی کیا ہے کہ دن کے وقت سرمہ لگائے۔ رات کو سرمہ لگا سکتا ہے۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 136-135)

اعتکاف کے متعلق بعض ہدایات

اعتکاف میں یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان اندر ہی بیٹھا رہے اور بالکل کہیں آئے جائے ہی نہ۔ (بیت الذکر کی) چھت پر دھوپ ہوتی ہے وہاں جا کر آپ بیٹھ سکتے ہیں کیونکہ نیچے یہاں سردی زیادہ ہے۔ اور ضروری بات کر سکتے ہیں۔ ضروری امور کا خیال رکھنا چاہیے اور یوں تو ہر ایک کام (مومن کا) عبادت ہی ہوتا ہے۔ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 588-587)

رمضان المبارک میں حضورؑ کی مصروفیات

آج کل میں احباب کے پاس کم بیٹھتا ہوں اور زیادہ حصہ اکیلا رہتا ہوں۔ یہ احباب کے حق میں ازبس مفید ہے۔ میں تنہائی میں بڑی فراغت سے دعائیں کرتا ہوں اور رات کا بہت سا حصہ بھی دعاؤں میں صرف ہوتا ہے۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 312-311)

نیز فرمایا: میری تو یہ حالت ہے کہ مرنے قریب ہو جاؤں، تب روزہ چھوڑتا ہوں۔ طبیعت روزہ چھوڑنے کو نہیں چاہتی۔ یہ مبارک دن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کے نزول کے دن ہیں۔ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 440-439)

قادیان میں عید الفطر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نماز عید سے پیشتر احباب کے لئے میٹھے چاول تیار کروائے اور سب احباب نے مل کر تناول فرمائے۔

گیارہ بجے کے قریب خدا کا برگزیدہ بندہ جری اللہ فی حلل الانبیاء سادے لباس میں ایک چوغہ زیب تن کئے (بیت) اقصیٰ میں تشریف لایا۔ جس قدر احباب تھے انہوں نے دوڑ کر حضرت اقدس کی دست بوسی کی اور عید کی مبارکباد دی۔

اتنے میں حکیم نورالدین صاحب تشریف لائے اور آپ نے عید کی نماز پڑھائی اور ہر دو رکعت میں سورۃ فاتحہ سے پیشتر سات اور پانچ تکبیریں کہیں اور ہر تکبیر کے ساتھ حضرت اقدس علیہ السلام نے گوش مبارک تک حسب دستور اپنے ہاتھ اٹھائے۔ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 627)

☆☆☆

عیدین کی حکمت

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نور اللہ مرقدہ کے خطبہ عید الاضحی فرمودہ 24 دسمبر 1909ء سے اقتباس۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاں بڑے بڑے احسانات ہیں ان میں میلوں کی اصلاح بھی ہے۔ چونکہ یہ ایک فطرتی بات تھی اس لئے ان کو ضائع نہیں کیا، صرف اصلاح کر دی۔ اور وہ یوں کہ جہاں ہر رسم و رواج کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے نیچے رکھ لیا وہاں ان میلوں میں بھی یہی بات پیدا کر دی۔......

مخلوق پر شفقت کرنے کیلئے رمضان کی عید میں صدقۃ الفطر کو لازم ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ نماز میں جب جاوے تو اس کو ادا کر لے اور پھر یہ صدقہ خاص جگہ جمع کرے تا کہ مساکین کو یقین ہو جائے کہ ہمارے حقوق کی حفاظت کی جائے گی۔ پھر یہ عید ہے۔ اس میں مساکین وغیرہم کیلئے سَیِّدُ الطَّعَامِ لَحْمٌ (ابن ماجہ کتاب الاطعمہ) یعنی گوشت کی مہمانی کی ہے۔

پس کیا ہی مستحق ہے صلوٰۃ وسلام کا وہ رسول جس نے ہمیں ایسی عمدہ راہ دکھائی۔ یہ چیزیں صرف اسی بات کے لئے تھیں کہ اللہ کی نسبت فرائض جو انسان کے ہیں اور جو فرائض مخلوق کی نسبت ہیں ان کو پورا کریں۔ مگر دنیا کے کسی میلے کو دیکھ لو ان میں یہ حق و حکمت کی باتیں نہیں جو عیدین میں ہیں۔

......وحدت کا مسئلہ بھی خوب سکھایا ہے۔ پہلے تو ہر محلے کے لوگوں کو پانچ بار مسجد میں اکٹھے ہو کر دعا مانگنے کا حکم دیا۔ پھر ہفتہ میں ایک دفعہ تمام گاؤں کے لوگوں کو جمع ہو کر دعا کرنے کا ارشاد کیا۔ پھر سال میں عیدین ہیں جن میں مومنوں کا اجتماع لازم ٹھہرایا۔ پھر ساری دنیا کے لئے مکہ مقرر فرمایا جہاں کل جہان کے اہل استطاعت مسلمان مل کر دعا کریں۔

(خطبات نور صفحہ 431-430)

یہ بے ربط اصل سے اصل کا

نہ ترا خدا کوئی اور ہے نہ مرا خدا کوئی اور ہے
یہ جو قسمتیں ہیں جدا جدا، یہ معاملہ کوئی اور ہے

ترا جبر ہے مرا صبر ہے تری موت ہے مری زندگی
مرے درجہ وار شہید ہیں، مری کربلا کوئی اور ہے

کئی لوگ تھے جو بچھڑ گئے، کئی نقش تھے جو بگڑ گئے
کئی شہر تھے جو اجڑ گئے، ابھی ظلم کیا کوئی اور ہے

تھی تاکنوں کے گواہ تھے، تھی شاہ و میر و سپاہ تھے
مگر آج دیکھ لو وقت نے کیا فیصلہ کوئی اور ہے

نہ تھا جس کو خانہ خاک یاد، ہوا نذر آتش و ابر و باد
کہ ہر ایک دن سے الگ ہے دن جو حساب کا کوئی اور ہے

ہوئے خاک دھول تو پھر کھلا، یہی بامراد ہے قافلہ
وہ کہاں گئے جنہیں زعم تھا کہ رہ وفا کوئی اور ہے

یہ بے ربط اصل سے اصل کا، نہیں ختم سلسلہ وصل کا
جو گرا ہے شاخ سے گل کہیں تو وہیں کھلا کوئی اور ہے

وہ عجیب منظر خواب تھا کہ وجود تھا نہ سراب تھا
کبھی یوں لگا نہیں کوئی اور، کبھی یوں لگا کوئی اور ہے

کوئی ہے تو سامنے لایئے، کوئی ہے تو شکل دکھایئے
ظفر آپ خود ہی بتایئے، مرے یار سا کوئی اور ہے

(صابر ظفر)

ضروری اعلان

مکرم و محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی لکھتے ہیں کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے یہ اہم ارشاد موصول ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی ''محمد'' کو انگریزی میں کبھی .Mohd نہ لکھا جائے بلکہ MUHAMMAD کے spellings کے ساتھ لکھا جائے۔ قبل ازیں غلطی سے MOHAMMAD کے spellings کے ساتھ لکھے جانے کی ہدایت کی گئی تھی۔

اعلان ولادت

مکرم قمر احمد محمود صاحب (پبلشر ماہنامہ خالد و تشحیذ الاذہان) کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے 30 ستمبر 2003ء کو دوسرے بیٹے سے نوازا ہے۔ نومولود کا نام ''نبیل خرم'' تجویز ہوا ہے۔ نومولود مکرم چوہدری عبدالحئی صاحب (دارالرحمت وسطی ربوہ) کا پوتا اور مکرم محمد امین صاحب کا نواسہ ہے۔

نومولود کے نیک، خادم دین اور والدین کے لئے قرۃ العین ہونے کے لئے درخواست دعا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی

مجلس عرفان

سوال: کتنے میل کا سفر ہو تو روزہ رکھا جا سکتا ہے اور کتنے میل کا سفر ہو تو روزہ نہ رکھا جائے؟

جواب: سفر میں فاصلہ کی تعیین نہیں

سفر کے متعلق میں پہلے بھی بار ہا بیان کر چکا ہوں کہ آنحضور ﷺ نے جو سفر اختیار فرمائے ہیں ان کے متعلق قطعی طور پر ہمیں میلوں کا حساب نہیں ملتا۔ لیکن لفظ ''سفر'' قرآن کریم نے رکھا ہے۔ اس کی فاصلے میں تعیین نہیں کی۔ اس میں بہت بڑی حکمت ہے اور وہ حکمت یہ ہے کہ زمانے کے بدلنے سے سفروں کی تعریف بھی بدلتی جاتی ہے۔ ایک سفر وہ تھا جو اس زمانے میں کیا جاتا تھا۔ عموماً کہا جاتا ہے کہ ایک منزل بارہ میل سے لے کر بیس میل تک ہوتی تھی۔ تو اس خیال سے بعض علماء نے 12 سے 20 میل کے درمیان کا فاصلہ سفر کا فاصلہ قرار دیا ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں ہے اور اب تو خاص طور پر میں نے دیکھا ہے بعض دفعہ ایک شہر میں ہی ایک کنارے سے لے کر دوسرے کنارے تک سو میل کے قریب بن جاتا ہے۔

میں جب اٹھہتر (78ء) میں امریکہ گیا تھا تو شکاگو میں ایک ایسے گھر میں ٹھہرے ہم، جہاں وہ ایک کنارے پر واقع تھا۔ دوپہر کو ہمارا کھانا کہیں تھا وہاں تک کا فاصلہ ستر (70) میل کے قریب تھا یا کچھ زائد اور پھر رات کا کھانا کہیں اور تھا وہاں بھی ستر اسی میل کا فاصلہ طے کر کے پہنچے جو کم و بیش اتنا ہی ہے جیسے ربوہ سے شیخوپورہ چلے جائیں یا لاہور کے کنارے تک پہنچ جائیں اور وہ سفر نہیں تھا ہمارا دل بتاتا تھا۔ سب جانتے تھے ہم کہ یہ سفر نہیں ہے Trip ہے۔

سفر کیلئے نیت اور ارادہ ضروری ہے

شہر کے اندر اتنے بڑے بڑے فاصلے ہوتے ہیں لیکن اگر انسان سفر پر نکلے اور ارادہ سفر کا ہو تو اس سے کم بہت کم فاصلے بھی سفر بن سکتے ہیں۔ انسانی مزاج بتاتا ہے، اس کی نیت کا دخل ہوتا ہے کہ ہم سفر پر چل رہے ہیں کہ نہیں۔ اس لئے میلوں میں سفر ناپنا نہ درست ہے نہ کوئی قطعی سند ایسی ملے گی کہ اتنے میل پر سفر شروع ہوتا ہے۔ جب آپ گھر سے بے گھر ہوتے ہیں اور کچھ عرصے کے لئے یہ ارادہ کر کے نکلتے ہیں کہ ہم اب باہر رہیں گے تو سفر شروع ہو جاتا ہے۔ سفر شروع ہونے کے بعد پھر یہ بحث نہیں رہتی کہ تھوڑا سفر کیا ہے یا زیادہ کیا ہے اگر آپ سفر کی نیت سے نکلتے ہیں تو تھوڑا سا سفر کرنے پر بھی آپ کا سفر شروع ہے اور یہی حال واپسی کا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت ملتی ہے کہ جب آپ سفر سے واپس آیا کرتے تھے تو شہر میں داخل ہونے سے پہلے جو نماز پڑھتے تھے وہ قصر کرتے تھے۔ حالانکہ شہر ہو سکتا ہے کوس دو کوس کے فاصلے پر رہ گیا ہو۔ تو یہ سارے معاملات نیتوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

آرام دہ سفر

اس ضمن میں ایک اور بحث جو اٹھائی جاتی ہے وہ یہ ہے

کہ اب ہمارے سفر خواہ کتنے بھی لمبے ہوں وہ آرام دہ ہوگئے ہیں۔ اس لئے سفر کی جو سہولتیں قرآن کریم نے دی ہیں ان سے استفادہ جائز نہیں۔ یہ بات بھی غلط ہے اور انسانی فطرت کے خلاف ہے اور قرآن کریم کا جو مرتبہ ہے اس کو نہ سمجھنے کے نتیجہ میں یہ بات پیدا ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں جب اللہ تعالیٰ سفر کی سہولت دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ ہر زمانے میں سفر کس کس کیفیت سے گزریں گے اور آسان ہوں گے یا مشکل ہوں گے یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔

پھر ہر سفر اس زمانے میں بھی تو ایک جیسا نہیں تھا۔ کچھ خواتین اونٹوں پہ ہودج میں بیٹھ کر سفر کرتی تھیں کچھ کوکبار اٹھا کر چلا کرتے تھے۔ کچھ پیدل چلنے والے تھے کچھ سوار تھے۔ گرمیوں کے سفر تھے۔ سردیوں کے سفر تھے۔ مختلف سفروں کی کیفیات اُس زمانے میں اولتی بدلتی تھیں تو اس زمانے میں اگر سفر کی کیفیات بدلی ہیں تو یاد رکھنا چاہیے کہ انسانی مزاج بھی تو بہت بدل چکے ہیں۔ اُس زمانے میں ایسی بھی شہادت ملتی ہے کہ ہمایوں نے ایک سو میل کی منزل گھڑ سواری کے ساتھ کی ہے۔ جب اس کی منہ بولی بہن کی طرف سے فریاد آئی تھی کہ کوئی خطرہ لاحق ہوا تھا تو اس نے سو میل کی منزل ماری تھی پس وہ بھی لوگ تھے جو ایسے کڑے بدن کے تھے کہ سو سو میل کی منزلیں گھوڑے پر طے کرتے تھے۔ آج حال یہ ہے کہ دس بارہ میل گھوڑے پر جو کرلے تو جوڑ جوڑ دکھنے لگتا ہے۔ تو اس لئے مزاج بھی تو بدلے ہیں۔

اب دیکھ لیجئے سفر خواہ کتنے ہی آسان ہوگئے ہوں۔ جو شخص چھ گھنٹے میں جیٹ (Jet) میں بیٹھ کر لندن سے امریکہ پہنچتا ہے وہاں پہنچتے پہنچتے اس کا تھکاوٹ سے یہ حال ہوجاتا ہے کہ باقاعدہ اس کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ تم فوری طور پر اپنی کسی اہم میٹنگ میں نہ جاؤ اور ڈرائیونگ خود نہ کرو Jet Lag ہوگیا ہے۔ تو زمانہ بدلا ہے تو ساری کیفیات بدلی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا۔ جہاں آپ سمجھتے ہیں کہ سفر ہے وہاں سفر کی صعوبتیں ضروری ہوتی ہیں۔ گھر کی اور بات ہے سفر کی اور بات ہے۔ وہ پنجابی میں کہتے ہیں

جیہڑے عیش چوبارے نہ بلخ نہ بخارے

جب انسان گھر سے نکلتا ہے تو مسافر بن جاتا ہے اور بے آرامی شروع ہوجاتی ہے۔

(ریکارڈنگ 16 مارچ 1994ء مطبوعہ الفضل 20 اپریل 1996ء)

سوال: **بعض دوست کہتے ہیں کہ جو روزہ نہیں رکھتے وہ تراویح بھی نہیں پڑھ سکتے۔ یہ بات کس حد تک درست ہے؟**

جواب: جن کو خدا تعالیٰ نے روزہ رکھنے سے مستثنیٰ قرار دے دیا ان کو دوسری عبادتوں سے تو مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔ تراویح کی کیا بحث ہوئی پہلے تو نماز کی بحث اٹھے گی۔ عبادتیں کرسکتے ہیں کہ نہیں، قرآن کی تلاوت کرسکتے ہیں کہ نہیں، زکوٰۃ دے سکتے ہیں کہ نہیں؟ اور یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ ہر شخص اگر کسی پہلو میں کمزور ہے تو دیگر فرائض اس سے جھڑ نہیں جاتے۔ ہر ایسا شخص جس میں کوئی کمزوری پائی جاتی ہے اگر وہ بعض دوسرے فرائض سرانجام دیتا ہے تو اس کے لئے بہتر ہے۔ وہ پکڑ کے نیچے تو آجاتا ہے لیکن یہ کہنا کہ وہ باقی فرائض سے بھی آزاد ہوگیا کیونکہ ایک کمزوری پائی جاتی ہے بالکل غلط اور بے معنی بات ہے۔ مگر یہ فرائض کی بحث کو چھوڑ کر نوافل کی بحث سے گزر کر تراویح میں جا بیٹھے ہیں اور تراویح بھی نوافل کی وہ قسم ہے جو ثانوی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کا یہ طریق تھا کہ آپ تہجد کے وقت نوافل پڑھا کرتے تھے۔

باجماعت نوافل

میں نے تحقیق کی ہے آپؐ سے یہ تو ثابت ہے کہ آپ نے تہجد کے وقت باجماعت بھی نوافل پڑھائے لیکن اس دستور کو ہمیشہ اختیار نہیں فرمایا کچھ عرصے کے بعد چھوڑ دیا اور فرمایا کہ اس طرح تم لوگوں کے لئے مشکل نہ پڑ جائے، لازم ہی نہ ہو جائے اور سب کے لئے یہ دقت ہو کہ تہجد کے وقت اس طرح باجماعت نوافل پڑھے۔ اس حکمت کے پیش نظر احسان کے طور پر آپ نے باجماعت پڑھانے ترک کر دیئے لیکن کم از کم یہ ثابت ہو گیا کہ باجماعت نوافل پڑھنا منع نہیں۔

تراویح کی ابتداء کس طرح ہوئی

اب اگلا پہلو دیکھیں کہ تراویح کس طرح شروع ہوئیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں شروع ہوئیں۔ وہ مزدور پیشہ لوگ جو دن بھر سخت محنت کا کام کرتے تھے ان کے لئے یہ مشکل تھا کہ وہ تہجد کے وقت اتنا پہلے اٹھیں کہ پھر وہ رات کو بھی جاگیں۔ اس لئے ان کی رعایت سے حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ عشاء کی نماز کے بعد تم نوافل پڑھ لیا کرو اور باقاعدہ جماعت کے ذریعے وہ نوافل ادا ہونے لگے ان کو تراویح کہا جاتا ہے اور اس کے آخر پر وتر پڑھے جاتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ ظاہر تھا کہ جو صبح نہیں اٹھ سکتا وہی تراویح پڑھے گا اور جو صبح اٹھ ہی نہیں سکتا اس نے بعد میں پھر کون سے نفل پڑھنے ہیں۔

تراویح کے بعد نفل پڑھے جائیں یا نہیں

اس لئے ایک اور سوال بھی اٹھا ہوا ہے وہ بھی ساتھ ہی جواب میں دے دیتا ہوں کہ تراویح کے بعد نفل پڑھے جائیں یا نہیں؟ تراویح تو نفل کی ثانوی شکل کا نام ہے۔ اول نفل کی صورت وہی ہے کہ تہجد پڑھ کر رات کو اٹھ کر نوافل ادا کیا کر۔ یہ حکم ہے اول نمبر پر اور آنحضور ﷺ ہمیشہ اسی کے پابند رہے ہیں اگر ایک آدمی کسی نیکی سے جاتا ہے تو جس طرح آب کے بعد تیمم آجاتا ہے اس طرح حضرت عمرؓ نے تراویح کو تیمم کے طور پر جاری فرمایا۔ مگر یہ شرط ہے کہ جو شخص استطاعت رکھتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی سنت اور قرآن کی ہدایت کے مطابق تہجد پڑھا کرے اس کے علاوہ بے شک نوافل ادا کرے۔ جس شخص سے رمضان کی تہجد کی ادائیگی بھی ممکن نہ ہو اگر وہ اس مجبوری کے پیش نظر رات کو تہجد کے متبادل نفل پڑھ لے تو یہ گناہ نہیں ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس کے بعد وتر ہوں گے اور جب وتر ہو گئے تو وہ نوافل اپنی تکمیل کو پہنچے اور اس کے بعد پھر کسی نفل کا اس لئے سوال پیدا نہیں ہوتا کہ اس نے وہ تراویح پڑھی اس غرض کے لئے تھی کہ مجبوری ہے کہ صبح اٹھ نہیں سکتا اگر آنکھ کھل جائے تو اٹھ کھڑا ہو بعض دفعہ ڈراونی خواب آجاتی ہے۔ تہجد کی عادت نہ بھی ہو تو بے چارے ساری رات کانپتے رہتے ہیں تو ان لوگوں کے لئے میں نے کہا تھا کہ منع نہیں ہے اگر رات کو آنکھ کھلی ہے اور دل چاہتا ہے خدا کی عبادت کرنے کو تو کوئی نہیں روک سکتا۔ اس لئے بے شک پڑھے مگر جو احسن طریق ہے جو مسنون طریق واضح اور اول ہے وہ میں نے کھول کر بیان کر دیا ہے۔

(ریکارڈنگ 20 مارچ 1994ء مطبوعہ الفضل 18 اکتوبر 2002ء)

سوال: سورۃ القدر میں لکھا ہے کہ یہ رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی ساری زندگی سے بہتر ہے۔ اسی رات کے اندر انسان خدا کے ساتھ خاص تجربہ کرتا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے دس مقررہ دنوں سے ہٹ کر بھی مل سکتی ہے یا رمضان سے ہٹ کر بھی مل سکتی ہے؟

جواب: لیلۃ القدر زیادہ تر رمضان سے ہی تعلق رکھتی ہے۔ رمضان کے آخری دنوں میں عبادت کی تلقین کرنے کے لئے کوئی ایک دن مقرر نہیں فرمایا بلکہ ہر طاق رات جو

پیشگوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ہندومت

(مکرم لقمان احمد کشور صاحب۔ گوجرہ)

ہندودھرم کی سب سے مشہور اور اولین کتاب وید ہے۔

ہندودھرم ہمارے برصغیر کا مشہور اور قدیم مذہب ہے۔ اس کی کتابوں میں کچھ باتیں ایسی پائی جاتی ہیں جن کے متعلق وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ یا تو بذات خود وحی الٰہی ہیں یا پیغمبرانہ تعلیمات سے ماخوذ ہیں۔ ان میں بعض پیشگوئیاں بھی شامل ہیں۔ یہاں پر ایک مصنف ابن اکبر الاعظمی کی کتاب ''محمد ﷺ ہندو کتابوں میں'' کی تلخیص پیش خدمت ہے۔ جس میں ان پیشگوئیوں کی وضاحت کی گئی ہے۔

رسول کریم ﷺ کے متعلق جو پیشگوئیاں ہندودھرم کی کتب میں ملتی ہیں، اس میں خصوصی نام ''نراشنس'' استعمال ہوا ہے۔ نراشنس کا ذکر چاروں ویدوں میں ہے۔ لیکن سب سے تفصیلی ذکر اتھروید میں ہے۔ یعنی (اتھروید، کانڈ ۲۰، سوکت ۱۲۷ منتر ۱ تا ۱۴) اس کی تفصیل سے قبل لفظ ''نراشنس'' کا مطلب جاننا ضروری ہے۔

''نراشنس'' سنسکرت کا لفظ ہے جو درحقیقت دو لفظوں سے مل کر بنا ہے۔ ایک لفظ ''نر'' جس کا معنی ہے انسان۔ اس سے پتہ چلا کہ اس جگہ پر کسی خاص شخصیت کا ذکر ہونے جارہا ہے وہ انسانوں میں سے ہے نہ کہ وید کی دوسری شخصیات کی طرح دیوتا ہے۔

دوسرا لفظ ''اشنس'' ہے اور اس کا مطلب ہے ''وہ شخص جس کی کثرت سے تعریف کی جائے''۔ گویا یہ تو وہی معانی ہوئے جو عربی اسم ''محمد'' کے ہیں۔ اب اگر ان پیشگوئیوں میں صرف یہی لفظ ہوتا تو کافی تھا کہ یہ پیشگوئیاں اسی عربی نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کے متعلق ہیں لیکن میں ان کی مزید خصوصیات اور علامتیں ان پیشگوئیوں سے بیان کرتا ہوں جن سے روزروشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ یہ پیشگوئیاں اُس آنے والے نبی کے لئے کی گئی تھیں۔ ذیل میں کل چودہ منتروں کا اُردو ترجمہ لکھ کر ہر ایک کی وضاحت درج ہے۔

☆**منتر نمبر1:** لوگو! احترام سے سنو! نراشنس کی تعریف کی جائے گی۔ ہم اس مہاجر...... یا اَمن کے علمبردار کو ساٹھ ہزار نوے دشمنوں کے درمیان محفوظ رکھیں گے۔

وضاحت: (i) کیا اس ہستی کا نام محمد ﷺ نہیں؟ اور اس کی تعریف نہیں کی جارہی۔

(ii) کیا وہ انسان کامل ﷺ مکہ سے مدینہ ہجرت فرما کر نہ گئے تھے۔

(iii) مدینہ میں ''میثاق مدینہ'' اَمن کے علمبردار کی واضح نشانی ہے۔

(iv) ''ساٹھ ہزار نوے دشمن'' ممکن ہے کہ حضور ﷺ کے مقابل پر جنگوں میں نکلنے والے مخالفین کی تعداد کا ذکر ہو۔ واللہ اعلم۔

منتر نمبر 2 ''اس کی سواری اونٹ ہوگی اور اس کی بارہ

آخری عشرے میں آتی ہے اس میں کوشش کرو تو لیلۃ القدر مل سکتی ہے۔ خاص وہ عبادت کے دن ہوتے ہیں۔ لوگ خاص زور مار رہے ہوتے ہیں لیکن بعض لوگوں کو جو توبہ کا دن نصیب ہوجائے چاہے کسی وقت ہو کسی بھی عمر میں ہو سچی توبہ کا دن نصیب ہوجائے تو اس کی لیلۃ القدر اسی وقت آ گئی ہے۔

یہ فرمایا ہے کہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے اس میں یہ بھی حکمت ہے کہ اوسط عمر زیادہ سے زیادہ جو صحت مند ممالک ہیں ان کی بھی اسی سال سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔ اسی سال کچھ مہینے تو ساری عمر اگر آدمی ایک رات کو نہ پائے تو وہ اس کی ساری عمر بیکار ہوجائے گی اور اگر وہ پالے تو جب بھی پالے تو اس کی وہ ایک رات جو ہے خدا نے اس کے گناہ معاف کردیئے صاف کردیئے تو اس کی ساری زندگی سے بہتر ہے۔

(ریکارڈنگ 29 جنوری 2002ء، مطبوعہ الفضل 10 جون 2002ء)

سوال: رسول کریم ﷺ رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے رکھا کرتے تھے وہ کیوں رکھتے تھے اور کیا ان روزوں کا رکھنا شوال کے مہینے میں ضروری ہے۔ اگر عورتیں مجبوری کی وجہ سے شوال میں لگاتار نہ رکھ سکیں؟

جواب: شوال کے چھ روزے رکھنے سے 36 بن جاتے ہیں روزے 30 رمضان کے، 6 شوال کے، تو بدن کی زکوٰۃ نکل جاتی ہے۔ 360 دن کا دسواں حصہ 36 ہے تو اس لحاظ سے اس میں بڑی حکمت ہے کہ انسانی بدن کو بھی اپنی وصیت پوری کردینی چاہیے اگر لگاتار عورتیں نہ رکھ سکیں تو نہ رکھیں مجبوری ہے اللہ تعالیٰ نے کوئی زبردستی نہیں کی۔ دین میں سہولت ہے اور سہولت کے ساتھ جو کام ہوسکتا ہے وہ کریں جو نہیں ہوسکتا اس کو بے شک نہ کریں کوئی گناہ نہیں ہے۔ یہ نفلی روزے ہیں فرضی روزے تو نہیں ہیں۔

(ریکارڈنگ 14 جنوری 2000ء، مطبوعہ الفضل 30 جولائی 2002ء)

☆ ☆ ☆

اعلان "سیدنا طاہر نمبر" ماہنامہ خالد

تمام احباب جماعت کی اطلاع کے لئے یہ اعلان کیا جارہا ہے کہ حضرت سیدنا مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی سیرت و سوانح پر مشتمل ایک ضخیم اور یادگار نمبر عنقریب شائع کیا جارہا ہے۔ اس سلسلہ میں گذارش ہے کہ:

☆ ایسے تمام احباب جن کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا ہو وہ اپنے ذاتی مشاہدات پر مشتمل مضامین ضرور بھجوائیں۔

☆ اگر کسی کے پاس حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے حوالہ سے کوئی بھی یادگار واقعہ یا کوئی تحریر ہو تو براہ کرم فوری طور پر ہمیں بھجوادیں۔

☆ اسی طرح اگر کوئی نادر تصاویر ہوں تو وہ بھی ضرور عنایت فرمادیں۔ تصاویر شائع ہونے کے بعد شکریہ کے ساتھ بحفاظت واپس کردی جائیں گی۔ انشاء اللہ

☆ تمام احمدی شعراء سے بھی یہ گذارش ہے کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے متعلق اپنا منظوم کلام ادارہ کو بھجوا کر ممنون فرمائیں۔

☆ یہ ایک یادگار نمبر ہوگا اس لئے اشتہار دینے والے احباب سے گذارش ہے کہ وہ جلد از جلد اشتہارات کی بکنگ کروالیں۔

☆ اگر کسی خریدار کو اس نمبر کی زائد کاپیاں درکار ہوں تو ان کی تعداد شعبہ اشاعت کو لکھ کر بھجوادیں۔

☆ بیرون ملک رہنے والے احباب اپنے مضامین اس ای میل ایڈریس پر بھجوا سکتے ہیں۔

Monthlykhalid52@yahoo.com

ادارہ ماہنامہ خالد، شعبہ اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان
فون نمبر 04524-212349/212685
فیکس: 04524-213091

قسط پنجم

''شیخ عجم''حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب

(محترم سید میر مسعود احمد صاحب)

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف کا کابل شہر میں قیام

مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب کی شہادت کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب کو مشورہ دیا گیا کہ وہ مصلحۃً کابل چلے جائیں اور امیر عبدالرحمٰن خان کو ملیں۔ صاحبزادہ صاحب ابھی سیدگاہ میں ہی تھے کہ ایک روز سردار شیر یندل خان حاکم خوست نے ان سے کہا کہ ہمارے ملک میں بہت فساد پڑا ہوا ہے۔لوگ شیطان سیرت ہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی دشمن مولوی عبدالرحمٰن خان کی طرح آپ کی رپورٹ بھی امیر کے پاس کردے اور امیر خود آپ کو تحقیقات کی غرض سے بلوائے۔آپ بڑی عزت اور پوزیشن والے ہیں۔جب آپ خود اس کے پاس جائیں گے تو امید ہے کہ وہ آپ سے مل کر بہت خوش ہوگا اور عزت وتوقیر سے پیش آئے گا چنانچہ آپ اپنے بعض شاگردوں کے ساتھ کابل تشریف لے گئے۔کابل میں دربار رات کو ہوا کرتا تھا۔جب آپ دربار میں حاضر ہوئے اور امیر سے ملے تو وہ بہت خوش ہوا اور کہا کہ آپ کے بارہ میں مجھے بعض رپورٹیں ملی تھیں لیکن میں نے انہیں نظر انداز کردیا اور میں آپ کے یہاں آنے سے بہت خوش ہوں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب فرماتے تھے کہ کچھ عرصہ کے بعد میں نے گھر واپس جانے کا ارادہ کیا تو دربار کے بعض معزز لوگوں نے مجھے مشورہ دیا کہ یہ امیر کسی کے قابو میں نہیں، ایسا نہ ہو کہ آپ گھر پہنچیں اور آپ کو واپس کابل لانے کے لئے آدمی بھجوا دیے جائیں اس لئے بہتر یہی ہے کہ آپ کابل ہی میں قیام کریں۔تب میں امیر کو ملا اور اسے کہا کہ میں کابل میں ہی آپ کے پاس رہنا چاہتا ہوں۔امیر نے اس پر بہت خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ بہت اچھا آپ کابل ہی میں قیام رکھیں۔بعد میں آپ کے اہل وعیال بھی کابل آگئے۔کابل میں آپ نے درس وتدریس کا شغل جاری رکھا۔آپ امیر عبدالرحمٰن خان اور اس کے بیٹے سردار حبیب اللہ خان سے ملتے رہتے تھے۔ان کے علاوہ حاجی باشی اور بریگیڈیئر مرزا محمد حسین کوتوال سے بھی آپ کی ملاقات رہتی تھی۔

(قلمی مسودہ صفحہ ۱۶ تا ۲۰ شہید مرحوم کے چشم دید حالات حصہ دوم صفحہ ۱۴، ۱۵)

امیر عبدالرحمٰن خان کی بیماری اور وفات

امیر عبدالرحمٰن خان کی صحت پہلے بھی اچھی نہیں تھی لیکن اب اس کا مرض شدت اختیار کر گیا۔ وہ حضرت صاحبزادہ صاحب کو بزرگ سمجھتا تھا اور اس کی خواہش کے مطابق حضرت صاحبزادہ صاحب اکثر اس کو ملنے جایا کرتے تھے۔ ایک دن جب آپ امیر کو مل کر آئے تو فرمایا کہ امیر سخت بیمار ہے۔اچھا ہے چلا ہی جائے اس طرح لوگ اس کے مظالم سے محفوظ ہو جائیں گے۔ان دنوں میں امیر باغ بالا میں مقیم تھا۔ایک دن صبح کے وقت آپ کو بلوایا گیا۔وہاں پہنچے اور اپنا گھوڑا سید احمد نور کے حوالے کر کے خود اندر چلے گئے۔لوگوں پر خاموشی اور خوف کی حالت طاری تھی۔آپ اندر جا کر فوراً باہر آگئے اور سید نور کو بتایا کہ امیر فوت ہوگیا ہے اور یہ کہ نماز

جنازہ ظہر کے بعد ہوگی۔ سردار حبیب اللہ خان کی خواہش تھی کہ اس کے باپ کا جنازہ حضرت صاحبزادہ صاحب پڑھائیں۔ مصلحۃً امیر عبدالرحمن کی وفات کو خفیہ رکھا گیا۔

آپ واپس اپنی رہائش گاہ پر آ گئے۔ رستہ میں سید احمد نور سے فرمایا کہ اگر حبیب اللہ خان نے جنازہ پڑھانے کے لئے پھر کہا تو دیکھا جائے گا ورنہ کیا پڑھانا ہے۔ ظہر کے وقت حضرت صاحبزادہ صاحب جنازہ کے لئے چلے گئے۔ جنازہ میں محدود تعداد میں لوگ شامل ہوئے۔ عام لوگوں کو نہیں بلایا گیا تھا۔ جنازہ کی امامت سردار حبیب اللہ خان نے کی۔

امیر عبدالرحمن خان پر ۱۰ ستمبر ۱۹۰۱ء کو فالج کا حملہ ہوا تھا جس سے اس کا دایاں پہلو بیکار ہوگیا تھا۔ باوجود ہر قسم کے علاج کے حالت دن بدن بد سے بدتر ہوتی گئی۔ آخر کار ۳/اکتوبر ۱۹۰۱ء کو انتقال کر گیا اور شہر کابل دہ افغانان کے بازار شاہی کے بستان سرائے میں دفن کیا گیا۔

(قلمی مسودہ صفحہ ۱۹، عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۳۳،۳۲، تاریخ افاغنہ حصہ اول صفحہ ۹۹ مؤلفہ شہاب الدین ثاقب مطبوعہ حمیدیہ پریس لاہور)

امیر حبیب اللہ خان کی دستار بندی

امیر عبدالرحمن خان نے اپنے بیٹے سردار حبیب اللہ خان کو اپنا جانشین نامزد کیا تھا لیکن چونکہ بغاوت کا خطرہ تھا اس لئے امیر حبیب اللہ خان نے اپنی امارت کا عام اعلان فوری طور پر نہیں کیا۔ لاکھوں روپیہ فوجی افسران اور سپاہیوں میں تقسیم کروایا۔ دو تین دن شور رہا اس کے بعد فوج نے حبیب اللہ خان کو امیر تسلیم کرلیا۔

امیر حبیب اللہ خان نے دلکشا سلام خانہ میں خاص دربار کیا۔ جب لوگ نئے امیر کی بیعت کے لئے آئے تو اس نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو بھی بیعت کے لئے بلایا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس شرط پر بیعت کروں گا کہ آپ اقرار کریں کہ شریعت کے خلاف کچھ نہیں کریں گے۔ جب حبیب اللہ خان نے اس کا اقرار کرلیا تو آپ نے اس کی بیعت کی۔ تبرکاً حضرت صاحبزادہ صاحب کو بھی شاہی دستار باندھنے کے لئے کہا گیا۔ چنانچہ آپ نے امیر حبیب اللہ خان کو دستار باندھی۔ جب دو تین پیچ باندھے جانے سے رہ گئے تو قاضی القضاۃ نے عرض کی کہ کچھ پیچ میرے لئے باقی رکھے جائیں تا کہ میں بھی کچھ برکت حاصل کرلوں۔ تب کچھ پیچ قاضی القضاۃ نے باندھے۔

(شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ اول صفحہ ۳، قلمی مسودہ صفحہ ۱۹)

امیر حبیب اللہ خان کی دربار عام میں تخت نشینی

حضرت صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف نے ۳/اکتوبر ۱۹۰۱ء کو دربار خاص میں امیر حبیب اللہ خان کی رسم دستار بندی ادا کی تھی۔ اس کے بعد مورخہ ۶/اکتوبر کو ایک دربار عام منعقد کیا گیا اس میں جملہ امراء و ارکین سلطنت جو کابل میں موجود تھے، نے امیر حبیب اللہ خان کو اپنا امیر تسلیم کرلیا۔ امیر حبیب اللہ خان امیر عبدالرحمن خان کا بڑا بیٹا تھا جو ملکہ گل ریز ساکن واخان کے بطن سے سمرقند میں ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوا تھا۔ اس کی عمر تخت نشینی کے وقت تیس برس تھی۔ سردار نصر اللہ خان اس کا چھوٹا بھائی تھا۔ اس کی عمر اس وقت ۲۷ سال تھی۔ سردار نصر اللہ خان کو امیر حبیب اللہ خان نے اسی دربار عام میں اپنا نائب السلطنت مقرر کرنے کا اعلان کیا۔ اس دربار میں تاج پوشی کی رسم سردار نصر اللہ خان نے ادا کی۔ (عاقبۃ المکذبین حصہ اول صفحہ ۳۶،۳۵
"The Pathan" by Caroe & "Under The Absolute Amir" by Frank A. Martin)

حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب کی کابل سے وطن واپسی

کچھ عرصہ کے بعد امیر حبیب اللہ خان نے حضرت

صاحبزادہ صاحب سے کہا کہ میرے والد آپ کی بہت عزت کرتے تھے اس لئے میں بھی آپ کی عزت کرتا ہوں۔ آپ ہمارے محسن اور مہربان ہیں۔ اگر آپ اپنے وطن جانا چاہتے ہیں تو خوشی سے جاسکتے ہیں۔ اس پر آپ نے یہ ارادہ کرلیا کہ وطن واپس جاکر حج کے لئے ہندوستان کے راستہ سے روانہ ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملاقات کے لئے قادیان بھی ہوتے جائیں۔

پہلے آپ نے سید احمد نور کی ہمراہی میں اپنے اہل وعیال کو کابل سے سیدگاہ بھجوایا۔ سید احمد نور ان کو وطن چھوڑ کر واپس آ گئے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے امیر حبیب اللہ خان سے حج پر جانے کی اجازت مانگی تو امیر نے خوشی سے اجازت دے دی اور آپ کو سواری کے لئے دو اونٹ اور نقد روپیہ دیا اور بڑی عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا۔

(شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ دوم صفحہ ۵ او قلمی مسودہ ۲۰،۱۹)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ان کی روح جو نہایت صاف اور مستعد تھی میری طرف کھینچی گئی یہاں تک کہ ان کے لئے بغیر ملاقات کے دور بیٹھے رہنا نہایت دشوار ہوگیا۔ آخر اس زبردست کشش اور محبت اور اخلاص کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اس غرض سے کہ ریاست کابل سے اجازت حاصل ہوجائے حج کے لئے مصمم ارادہ کیا اور امیر کابل سے اس سفر کے لئے درخواست کی۔ چونکہ وہ امیر کابل کی نظر میں ایک برگزیدہ عالم اور تمام علماء کے سردار سمجھے جاتے تھے اس لئے نہ صرف ان کو اجازت ہوئی بلکہ امداد کے طور پر کچھ روپیہ بھی دیا گیا"۔

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد ۲۰ مطبوعہ لندن صفحہ ۹ تا ۱۰)

حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب کی حج کے ارادہ سے روانگی

سید احمد نور صاحب کا بیان ہے کہ کابل سے سیدگاہ واپس آنے کے قریباً ایک ماہ کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ ان کے ہمراہ مولوی عبدالستار خان، مولوی سید غلام محمد صاحب، آپ کے خادم خاص مولوی عبدالجلیل صاحب اور وزیر ملاں صاحب تھے۔ سید احمد نور روانگی کے وقت ساتھ نہیں تھے کیونکہ وہ صاحبزادہ صاحب کی اجازت سے اپنے گاؤں گئے ہوئے تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے ضلع بنوں والا راستہ اختیار کیا جہاں سرائے نورنگ میں آپ کی ملکیت جائیداد تھی۔

لکی کے مقام پر ایک صاحب علم آدمی آپ کو ملا جو تحصیلدار تھا، اس سے آپ کی گفتگو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں ہوئی۔ اس شخص کے بشرہ سے ایسا ظاہر ہوتا تھا کہ وہ حضورؑ پر ایمان لے آیا ہے۔ اس نے آپ کی باتوں پر بہت خوشی کا اظہار کیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنی سواری کا گھوڑا اس کو تحفۃً دے دیا۔

لکی میں ایک اور مولوی صاحب آپ کو ملے۔ انہوں نے آپ کی بہت عزت اور احترام کیا اور حضرت صاحبزادہ صاحب سے چند روز ان کے مہمان کے طور پر ٹھہرنے کی خواہش کی۔ ان مولوی صاحب نے آپ کی خدمت میں بعض مسائل پیش کئے اور کہا کہ لوگ ان کی وجہ سے مجھے کافر ٹھہراتے ہیں۔ آپ نے ان کو ایک تحریر لکھ کر دے دی کہ یہ مسائل درست ہیں اور اس پر اپنے دستخط کر دئے۔

کچھ عرصہ کے بعد آپ لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔ لاہور پہنچنے پر آپ کو معلوم ہوا کہ ہندوستان میں طاعون کی وجہ سے قرنطینہ (Quarantine) کی پابندی لگی ہوئی ہے اور

حج کے لئے روانہ ہونے میں مشکلات پیدا ہوگئی ہیں۔ لاہور میں کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ قادیان روانہ ہوگئے۔

(شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ اول و عاقبۃ المکذبین حصہ اول

مصنفہ جناب قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت صوبہ سرحد)

حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحب کی قادیان میں آمد اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''وہ اجازت حاصل کر کے قادیان میں پہنچے اور جب مجھ سے ان کی ملاقات ہوئی تو قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ان کو اپنی پیروی اور اپنے دعویٰ کی تصدیق میں ایسا فنا شدہ پایا کہ جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں اور جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ ایسا ہی میں نے ان کو اپنی محبت سے بھرا ہوا پایا اور جیسا کہ ان کا چہرہ نورانی تھا ایسا ہی ان کا دل مجھے نورانی معلوم ہوتا تھا''۔

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۰)

اخبار البدر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحبزادہ صاحب ۱۸/نومبر ۱۹۰۲ء کو قادیان پہنچے تھے اور ظہر و عصر کی نماز کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اخبار میں لکھا ہے کہ:

''چند ایک احباب مع مولوی عبدالستار صاحب جو آج تشریف لائے تھے ان سے حضور نے ملاقات فرمائی۔ ان کے تحفے تحائف لے کر جو انہوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کئے تھے فرمایا: ''ان کا آنا بھی ایک نشان ہے اور اس الہام یَاتِیکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ کو پورا کرتا ہے''۔

(البدر ۲۸ نومبر و ۵ دسمبر ۱۹۰۲ء و ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۲۱۷، ۲۱۸ مطبوعہ لندن)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''سعادت ازلی مولوی صاحب ممدوح کو کشاں کشاں قادیان میں لے آئی اور چونکہ وہ ایک انسان روشن ضمیر اور بے نفس اور فراست صحیحہ سے پورا حصہ رکھتا تھا اور علم حدیث اور علم قرآن سے ایک وہبی حاقت ان کو نصیب تھی اور کئی رؤیائے صالحہ بھی وہ میرے بارے میں دیکھ چکے تھے اس لئے چہرہ دیکھتے ہی مجھے انہوں نے قبول کر لیا اور کمال انشراح سے میرے دعویٰ مسیح موعود ہونے پر ایمان لائے اور جاں نثاری کی شرط پر بیعت کی اور ایک ہی صحبت میں ایسے ہو گئے کہ گویا سال ہا سال تک میری صحبت میں تھے اور نہ صرف اس قدر بلکہ الہام الٰہی کا سلسلہ بھی ان پر جاری ہو گیا اور واقعات صحیحہ ان پر وارد ہونے لگے اور ان کا دل ماسوی اللہ کے بقایا سے بکلی دھویا گیا۔ پھر وہ اس جگہ سے معرفت اور محبت الٰہیہ سے معمور ہو کر واپس اپنے وطن کی طرف گئے''۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۲۹، ۳۳۰)

ملک خان بادشاہ صاحب ولد گل بادشاہ صاحب سکنہ ورگئی، خوست بیان کرتے ہیں کہ:۔

''میں ۱۹۰۲ء میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید مرحوم کے ہمراہ قادیان دارالامان میں آیا۔ یہ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ جب ہم آئے اسی دن رخصت کی یا دوسرے دن کی۔ ہاں یہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ظہر کی نماز کے بعد ہم بیعت کے لئے پیش ہوئے۔ حضرت شہید مرحوم نے سب سے پہلے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور پھر دوسرے نمبر پر خاکسار نے ہاتھ رکھا۔ بیعت کرنے کے بعد اس خاکسار نے غالباً دو تین دن گزارے ہوں گے کہ شہید مرحوم نے مجھے فرمایا کہ میں نے رؤیا دیکھی ہے کہ آپ کو

خوست کے حاکم تکلیف دیں گے اس لئے تم فوراً وطن واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ میں دو تین یوم بعد واپس چلا گیا۔ میرے ساتھ ایک ملا یمین گل صاحب بھی واپس چلے گئے''۔ (رجسٹر روایات (رفقاء) نمبر ۵ صفحہ ۸۲)

حضرت صاحبزادہ صاحب کے قیام قادیان کے بعض حالات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''وہ کئی مہینہ تک میرے پاس رہے اور اس قدر ان کو میری باتوں میں دلچسپی پیدا ہوئی کہ انہوں نے میری باتوں کو حج پر ترجیح دی اور کہا کہ میں اس علم کا محتاج ہوں جس سے ایمان قوی ہو اور علم عمل پر مقدم ہے سو میں نے ان کو مستعد پا کر جہاں تک میرے لئے ممکن تھا اپنے معارف ان کے دل میں ڈالے''۔

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۱۰، روحانی خزائن جلد ۲۰ مطبوعہ لندن صفحہ ۱۲،۱۱)

''وہ بار بار کہتے تھے کہ کیسے نادان وہ لوگ ہیں جن کا خیال ہے کہ مسیح موعودؑ کی پیشگوئی صرف حدیثوں میں ہے حالانکہ جس قدر قرآن شریف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ فوت ہوگیا اور مسیح موعودؑ اسی امت میں سے آنے والا ہے اس قدر ثبوت حدیثوں سے نہیں ملتا غرض خدا تعالیٰ نے ان کے دل کو حق الیقین سے پُر کر دیا تھا اور وہ پوری معرفت سے اس طرح پر مجھے شناخت کرتے تھے جس طرح درحقیقت ایک شخص کو آسمان سے اترتا مع فرشتوں کے دیکھا جاتا ہے''۔

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد ۲۰ مطبوعہ لندن صفحہ ۳۹)

''مولوی صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب جب قادیان میں آئے تو صرف ان کو یہی فائدہ نہ ہوا کہ انہوں نے مفصل طور پر میرے دعویٰ کے دلائل سنے بلکہ ان چند مہینوں کے عرصہ میں جو وہ قادیان میرے پاس رہے اور ایک سفر جہلم تک بھی میرے ساتھ کیا، بعض آسمانی نشان بھی میری تائید میں انہوں نے مشاہدہ کئے۔ ان تمام براہین اور انوار اور خوارق کے دیکھنے کی وجہ سے وہ فوق العادت یقین سے بھر گئے اور طاقت بالا ان کو کھینچ کر لے گئی''۔

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد ۲۰ مطبوعہ لندن صفحہ ۴۵)

سید احمد نور صاحب نے جب اپنے گاؤں میں سنا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب حج کے لئے روانہ ہوگئے ہیں تو ان کو یقین ہوا کہ آپ راستہ میں قادیان بھی جائیں گے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کریں گے اس پر سید احمد نور بھی قادیان جانے کے لئے چل پڑے۔ جب بٹالہ پہنچے تو ایک مخالف مولوی انہیں ملا اور پوچھا کہ تم کہاں جارہے ہو۔ سید احمد نور نے جواب دیا کہ قادیان جارہا ہوں۔ اس پر اس مولوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں ناشائستہ کلمات کہے اور سید احمد نور کو قادیان جانے سے منع کیا۔ انہوں نے مولوی صاحب کو جواب دیا کہ تم خدا کی باتوں سے روکتے ہو میں ہزاروں میل سے قادیان جانے کے ارادہ سے آیا ہوں۔ قادیان قریب ہے کیسے نہ جاؤں۔ اس مولوی نے یکہ والے سے کہہ دیا کہ ان کو قادیان نہ لے جائے۔ اس پر سید احمد نور پیدل ہی قادیان روانہ ہوگئے۔

سید احمد نور حضرت صاحبزادہ صاحب کے قادیان پہنچنے کے دس پندرہ دن بعد عصر کے وقت قادیان پہنچے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کو ملے۔

آپ نے ان کو (بیعت) مبارک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کی کہ حضور ان کی بیعت لے لیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ کچھ دن ٹھہریں۔ اس پر صاحبزادہ صاحب نے عرض کی کہ حضور یہ اس

قسم کا آدمی نہیں۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سید احمد نور کی بیعت لے لی۔ (قلمی مسودہ صفحہ ۴۲، ۴۳)

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کا بیان ہے کہ:

''جب سید عبداللطیف صاحب قادیان میں تشریف فرما تھے میں بھی قادیان میں گیا ہوا تھا۔ حضرت سید عبداللطیف صاحب اور میں دونوں ایک ہی کمرہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ میرے پاس ایک چھوٹی سی حمائل ہوا کرتی تھی۔ میں اس کی تلاوت کیا کرتا۔ حضرت مولوی صاحب بھی قرآن مجید یا حضرت صاحب کی کتب کا مطالعہ کرتے۔ حضرت اقدس جب نماز کے وقت تشریف لاتے تو بعض دفعہ سید عبداللطیف کی خاطر فارسی زبان میں بھی کچھ فقرات فرما دیتے۔

جب حضور جہلم تشریف لے گئے تو وہاں بھی حضرت سید عبداللطیف صاحب حضرت اقدس کے ساتھ تھے۔ میں بھی تھا۔ عدالت کی کوٹھیوں کے پاس لوگوں کی درخواست پر حضرت اقدس نے تقریر فرمائی تو پہلے حضرت سید صاحب کی خاطر فارسی زبان میں تقریر شروع فرمائی تھی لیکن فارسی سمجھنے والے چونکہ بہت کم لوگ تھے اس لئے حضرت مولوی عبداللطیف نے عرض کیا کہ حضور میں اردو سمجھ لیتا ہوں، حضور اردو میں تقریر فرمائیں، دوسرے لوگوں کی بھی یہی خواہش تھی۔

حضرت مولوی عبداللطیف صاحب کا یہ شیوہ تھا کہ حضرت اقدس کی طرف منہ کر کے بیٹھتے تھے اور ہمہ تن گوش ہو کر حضور کی باتوں کے سننے میں محو ہو جاتے۔ کبھی کبھی آپ کی آنکھوں سے تاثرات کی وجہ سے آنسو بہنے لگ جاتے''۔

(رجسٹر روایات (رفقاء) جلد ۱۰ صفحہ ۷۴، ۷۵)

حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی بیان کرتے ہیں:

''حضور کی کتاب ''مواہب الرحمٰن'' جو جہلم کے مقدمہ کی پیشی سے پہلے ہی چھپ کر شائع ہو چکی تھی، سید عبداللطیف صاحب نے بھی اس کو پڑھ لیا تھا اور عجیب بات یہ ہے کہ حضرت اقدس کی طرف سے اس میں یہ پیشگوئی جو ذیل کے الفاظ وحی سے شائع کی گئی تھی یعنی قُتِلَ خَيْبَةً وَزِيْدَ هَيْبَةً یہ سید عبداللطیف کے ہی متعلق تھی''۔

(رجسٹر روایات (رفقاء) جلد ۱۰ صفحہ ۷۶)

سید احمد نور بیان کرتے ہیں کہ:

''حضرت صاحبزادہ صاحب چند ماہ قادیان میں ٹھہرے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سیر کو بھی جایا کرتے تھے۔ جب واپس آتے اور حضور اپنے گھر تشریف لے جاتے تو حضرت صاحبزادہ صاحب فوری طور پر اپنے کپڑوں سے گرد و غبار صاف نہیں کرتے تھے۔ جو سیر کے دوران ان پر پڑ جاتا تھا بلکہ کچھ عرصہ انتظار کرتے تھے اور جب ان کو اندازہ ہو جاتا کہ اب حضور نے اپنا لباس صاف کر لیا ہوگا تب اپنے کپڑوں سے گرد جھاڑتے تھے''۔

(شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ اول صفحہ ۶، ۷)

جناب قاضی محمد یوسف صاحب کا بیان ہے کہ میں ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ بمطابق ۲۴ دسمبر کو جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے قادیان آیا اور مہمان خانہ میں کنوئیں کے پاس والے کمرہ میں جو شمالی جانب تھا قیام کیا۔ ان دنوں میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب بھی قادیان میں موجود تھے اور مہمان خانہ میں جنوب کی طرف پہلے کمرہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب ہر صبح کو کنوئیں کے پاس چارپائی پر رو بقبلہ ہو کر بیٹھ جاتے تھے اور قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ نماز باجماعت کے لئے (بیت) مبارک میں حاضر ہوتے تھے۔ (بیت) مبارک ان دنوں بہت چھوٹی ہوتی تھی۔ ایک صف میں زیادہ سے زیادہ پانچ نمازی کھڑے ہو سکتے تھے۔ حضرت مولانا

عبدالکریم صاحب امام الصلوٰۃ ہوتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کھڑکی کے پاس جو حضور کے گھر میں کھلتی تھی، جانب شمال نماز ادا کرتے تھے۔ صاحبزادہ صاحب عموماً صف اوّل کے جنوبی کونے میں ہوتے تھے۔ نماز کے بعد صاحبزادہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں بیٹھتے تھے اور موقع بہ موقع کچھ کلام بھی کرتے تھے۔ باتیں بآواز بلند کرتے تھے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کا قد درمیانہ تھا۔ بدن موٹا نہ تھا۔ ریش بہت گھنی نہ تھی۔ اس کے بال اکثر سیاہ تھے۔ ٹھوڑی پر کچھ کچھ سفید تھے۔ حالت نہایت گداز تھی۔ اکثر حصہ رات کا بیدار رہتے۔ تلاوت قرآن مجید کا عشق تھا۔ اسے ہر وقت حرزِ جان بنائے رکھتے تھے۔ اپنے ساتھیوں کی تربیت میں مصروف رہتے تھے۔

(عاقبۃ المکذبین حصہ اول مصنفہ جناب قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت صوبہ سرحد صفحہ ۲۲ تا ۳۰ تاریخ اشاعت ۳۰/اکتوبر ۱۹۳۶ء)

میاں نظام الدین صاحب ٹیلر ماسٹر جہلم کی روایت ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کرم دین بھین والے مقدمہ کے سلسلہ میں جہلم تشریف لائے تو جماعت جہلم نے دریا کے کنارے حضور اور ساتھ کے مہمانوں کے لئے ایک کوٹھی کا انتظام کیا ہوا تھا۔ اس سفر میں صاحبزادہ سید محمد عبداللطیف صاحب بھی حضور کے ساتھ عدالت کے احاطہ میں فارسی زبان میں گفتگو فرما رہے تھے اور اردگرد لوگوں کا ہجوم تھا۔ اس موقع پر ایک دوست نے درخواست کی کہ حضور اردو زبان میں تقریر فرمائیں تا کہ عام لوگوں کو بھی فائدہ ہو۔ اس پر حضور نے اردو میں تقریر شروع کر دی۔

(سیرت المہدی حصہ سوم روایت نمبر ۷۵۳)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۷ جنوری ۱۹۰۳ء کو بمقام جہلم ارشاد فرمایا:-

"حضرت ابوبکرؓ نے کوئی نشان نہیں مانگا یہی وجہ تھی کہ آپ کا نام صدیق ہوا۔ سچائی سے بھرا ہوا صرف منہ دیکھ کر ہی پہچان لیا کہ یہ جھوٹا نہیں ہے۔ پس صادقوں کی شناخت اور ان کا تسلیم کرنا کچھ مشکل امر تو نہیں ہوتا۔ ان کے نشانات ظاہر ہوتے ہیں لیکن کور باطن اپنے آپ کو شبہات اور خطرات میں مبتلا کر لیتے ہیں۔ وہ بڑے ہی بدقسمت ہوتے ہیں جو انتظاری میں اپنی عمر گذار دیتے ہیں اور پردہ برانداز ثبوت چاہتے ہیں ان کو معلوم نہیں کہ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے انکشاف کے بعد ایمان نفع نہیں دیتا۔ نفع میں وہی لوگ ہوتے ہیں اور سعادت مند وہی ہیں جو مخفی ہونے کی حالت میں شناخت کرتے ہیں......

عنقریب وہ وقت آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کی سچائی کو آفتاب سے بھی زیادہ روشن کر دکھائے گا وہ وقت ہوگا کہ ایمان ثواب کا موجب نہ ہوگا...... ایمان یہ ہے کہ کچھ مخفی ہو تو مان لے۔ جو ہلال کو دیکھ لیتا ہے تیز نظر کہلاتا ہے لیکن چودھویں کے چاند کو دیکھ کر شور مچانے والا دیوانہ کہلائے گا"

اس موقع پر مولانا مولوی عبداللطیف صاحب کابلی نے عرض کی کہ "حضور میں نے ہمیشہ آپ کو سورج کی طرح ہی دیکھا ہے۔ کوئی امر مخفی یا مشکوک مجھے نظر نہیں آیا پھر مجھے کوئی ثواب ہوگا یا نہیں؟" فرمایا "آپ نے اس وقت دیکھا جب کوئی دیکھ نہ سکتا تھا۔ آپ نے اپنے آپ کو نشانہ ابتلاء بنا دیا اور ایک طرح سے جنگ کے لئے تیار کر دیا۔ اب بچ جانا یہ خدا کا فضل ہے۔ ایک شخص جو جنگ میں جاتا ہے اس کی شجاعت میں تو کوئی شبہ نہیں اگر وہ بچ جاتا ہے اور اسے کوئی گزند نہیں پہنچتا تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اسی طرح آپ نے اپنے آپ کو خطرات میں ڈال دیا اور ہر دکھ اور ہر مصیبت کو اس راہ میں اٹھانے کے لئے تیار ہو گئے اس لئے اللہ تعالیٰ آپ کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا۔

(الحکم ۱۰/اگست ۱۹۰۳ء، ملفوظات جلد سوم طبع جدید صفحہ ۱۶، ۱۷)

میاں عبدالرزاق صاحب ولد میاں رحیم بخش صاحب سکنہ سیالکوٹ شہر حال دارالفضل قادیان بیان کرتے ہیں:۔

''جب حضرت صاحب جہلم تشریف لے گئے تو اس موقع پر ایک دن پہلے جہلم چلا گیا تھا۔ جب اسٹیشن پر گاڑی پہنچی تو وہاں بہت خلقت دیکھنے آئی ہوئی تھی۔ سٹیشن سے حضور کو ایک انتظام کے ساتھ اس کوٹھی میں پہنچایا گیا جو دریائے جہلم کے کنارہ پر حضور کی رہائش کے لئے تھی۔ مولوی عبداللطیف شہید مرحوم کابل والے بھی حضرت صاحب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے''۔

(رجسٹر روایات (رفقاء) نمبر۵ صفحہ ۹۲)

ملک عطاء اللہ صاحب ولد ملک محمد رمضان صاحب گجرات بیان کرتے ہیں کہ

''مولوی کرم دین صاحب بھین والے مقدمہ کے سلسلہ میں جب حضرت صاحب جہلم تشریف لے گئے تو میں اس گاڑی میں یہاں سے (گجرات سے) سوار ہوا۔ ہر سٹیشن پر بے شمار ہجوم تھا۔ جہلم میں بھی بہت بھیڑ تھی...... جب حضور کچہری تشریف لے گئے تو عدالت کے سامنے میدان میں حضرت مسیح موعودؑ کے لئے ایک کرسی بچھائی گئی، اور گرد احباب کا حلقہ تھا جس میں صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کابل اور عجب خان تحصیلدار آف زیدہ بھی شامل تھے۔

حضرت نے گفتگو کی ابتداء اپنے فارسی شعر۔

آسمان بارد نشاں الوقت می گوید زمین

ایں دو شاہد از پے تصدیق من ایستادہ اند

سے شروع کی اور فرمایا کہ ''میرے لئے آسمان نے بھی گواہی دی اور زمین نے بھی گواہی دی مگر یہ لوگ نہیں مانتے۔ فرمایا کہ مانیں گے اور ضرور مانیں گے مگر میرے مرنے کے بعد میری قبر کی مٹی بھی کھود کر کھا جائیں گے اور کہیں گے کہ اس میں بھی برکت ہے مگر اس وقت کیا ہوگا۔

جب مر گئے تو آئے ہمارے مزار پر

پتھر پڑیں صنم تیرے ایسے پیار پر

حضرت کا یہ فرمانا تھا کہ صاحبزادہ صاحب...... زار زار رونے لگے''۔

(رجسٹر روایات (رفقاء) جلد۱۰ صفحہ ۸۰، ۸۱)

فیروزالدین صاحب سیالکوٹی کی روایت ہے کہ

''جب حضور جہلم تشریف لے گئے تو میں ساتھ تھا۔ حضرت شاہزادہ عبداللطیف شہید بھی ساتھ تھے۔ اس وقت حضرت شاہزادہ عبداللطیف صاحب شہید نے فرمایا کہ

''حضور میرا خون ٹپک رہا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ میرا خون کابل میں آبپاشی کا کام دے گا''۔

(رجسٹر روایات (رفقاء) جلد۱۲ صفحہ ۱۰۵، ۱۰۶)

مرزا محمد افضل صاحب ولد مرزا محمد جلال الدین صاحب مرحوم ساکن بلانی ضلع گجرات بیان کرتے ہیں کہ

''جب ۱۹۰۳ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام جہلم تشریف لائے تھے تو میں بھی وہاں گیا تھا۔ وہاں بے پناہ ہجوم تھا۔ اس سفر میں صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید بھی ساتھ تھے۔ ایک موقع پر صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ:

''خدا نے مجھے تین بار سر دینے کو فرمایا ہے پس میں دوں گا''

(رجسٹر روایات (رفقاء) جلد۲ صفحہ ۲۲۵، ۲۲۶)

جناب ماسٹر اللہ دتہ صاحب محلہ دارالرحمت قادیان بیان کرتے ہیں کہ:

''جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کرم دین بھین والے مقدمہ کے سلسلہ میں جہلم تشریف لے گئے تو صاحبزادہ سید عبداللطیف حضور کے ساتھ تھے۔ احاطہ کچہری میں حضور ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے، دری بچھی ہوئی تھی اور بہت سے دوست دری پر تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام صاحبزادہ صاحب سے فارسی میں گفتگو فرماتے تھے۔ گفتگو کے دوران

صاحبزادہ صاحب نے عرض کی کہ ”حضور! دل من میخواہد کہ پیش محمد حسین برحوم کہ مرا از کابل نظر آمد و شار اکہ نزدیک ترین ہستید نظر نیامد۔ یعنی میرا دل چاہتا ہے کہ مولوی محمد حسین (بٹالوی) کو ملوں اور ان سے کہوں کہ جو چیز مجھے کابل میں نظر آگئی وہ آپ کو نظر نہیں آئی حالانکہ آپ تو (قادیان سے) نزدیک ترین مقام پر رہتے ہیں“۔

(رجسٹر روایات (رفقاء) نمبر ۷ صفحہ ۴۰۳)

سید احمد نور صاحب بیان کرتے ہیں کہ قادیان میں قیام کے دوران انہوں نے یہ بات دیکھی کہ قادیان کے رہنے والے احباب حضرت صاحبزادہ صاحب کے ساتھ بہت عزت و احترام کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ (قلمی مسودہ صفحہ ۳۱)

ان ایام میں صوبہ سرحد کے ایک احمدی دوست خان عجب خان آف زیدہ تحصیلدار بھی قادیان آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے واپس جانے کی اجازت مانگی تو حضور نے انہیں اجازت دے دی۔ عجب خان صاحب نے حضرت صاحبزادہ صاحب سے ذکر کیا کہ میں نے حضور سے تو اجازت لے لی ہے لیکن حضرت مولانا نورالدین صاحب سے رخصت نہیں ہوا اس پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ ان سے ضرور رخصت لینا کیونکہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد آپ کے خلیفہ اوّل ہوں گے۔

قادیان میں قیام کے دوران حضرت صاحبزادہ صاحب نے حضرت مولانا نورالدین صاحب سے درخواست کر کے حدیث بخاری کے دو تین صفحے پڑھے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ میں نے اس لئے کیا کہ میں حضرت مولانا کے شاگردوں میں شامل ہو جاؤں کیونکہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہ اول ہوں گے۔

(شہید مرحوم کے چشم دید واقعات حصہ اول صفحہ ۶ تا ۸)

مولوی عبدالستار خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ صاحب نے ان سے فرمایا کہ قادیان شریف میں وہی آرام سے رہتا ہے جو درود شریف بہت پڑھتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہل (.....) سے محبت رکھتا ہے۔ ...... جب منارۃ المسیح مکمل ہو جائے گا تب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کمالات اور فیضان کا نزول ہوگا۔ ایک روز حضرت صاحبزادہ صاحب کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ ملائکہ نے میرے سبب بہت سے لوگوں کو قتل کیا ہے۔ میں کیا کروں میں نے تو کسی کو قتل نہیں کیا۔

(شہید مرحوم کے چشم دید حالات حصہ دوم صفحہ ۴۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”ایک صریح وحی الٰہی صاحبزادہ مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی نسبت ہوئی تھی جب کہ وہ زندہ تھے بلکہ قادیان میں ہی موجود تھے .... جو مولوی صاحب کے مارے جانے کے بارے میں ہے اور وہ یہ ہے کہ: قُتِلَ خَيْبَةً وَ زِيْدَ هَيْبَةً ۔ یعنی ایسی حالت میں مارا گیا کہ اس کی بات کو کسی نے نہ سنا اور اس کا مارا جانا ایک ہیبت ناک امر تھا یعنی لوگوں کو بہت ہیبت ناک معلوم ہوا اور اس کا بڑا اثر دلوں پر ہوا“۔

(تذکرۃ الشہادتین حاشیہ۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ مطبوعہ لندن صفحہ ۷۵)

بابو غلام محمد صاحب ثانی لاہور بیان کرتے ہیں کہ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب نے ایک بہت قیمتی چغہ حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ خواجہ کمال الدین صاحب موجود تھے۔ انہوں نے درخواست کی کہ حضور یہ چغہ مجھے دے دیں چنانچہ حضور نے یہ چغہ ان کو دے دیا۔

(رجسٹر روایات (رفقاء) جلد ۹ صفحہ ۶۸)

بیویاں ہوں گی۔اس کا درجہ اتنا بلند ہوگا اور سواری اتنی تیز ہوگی کہ وہ آسمان کو چھوئے گی پھر اتر آئے گی''۔

وضاحت:(i) عرب کی سواری اونٹ ہے۔آپؐ اکثر اس پر سواری فرمایا کرتے تھے۔

(ii) بعض روایات میں ازواج مطہرات کی تعداد بارہ بتائی گئی ہے۔

(iii) درجہ بلند ہونے کے ساتھ ہی سواری کے تیز اور آسمان کو چھو کر اُترنے کے الفاظ ہیں تو کیا یہ بات اس پاک ہستی کے معراج کی طرف اشارہ نہیں کر رہی۔

منتر نمبر 3: اس نے (یعنی خدا نے) مامح رشی کو سو اشرفیاں، دس ہار، تین سو گھوڑے اور دس ہزار گائیں عطا کیں''۔

وضاحت:(i) مامح کا مطلب ہے کہ وہ دشمن جس کی خوب تعریف وثناء کی جائے۔پھر یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ یہ عربی لفظ ''محمد'' کا سنسکرت تلفظ ہو جس طرح یحیٰی کا عبرانی تلفظ یوحنا اور یونس کا یوناہ ہے۔

(ii) اشرفیوں کے لئے ''نشک'' آیا ہے جس کا مطلب ہے سونے کے خالص سکے، جن کو آگ میں تپا کر ڈھالا جاتا ہے۔ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ ''سونا'' انسان کی روحانی قوت کے لئے بطور استعارہ ہو۔مراد ایسے سو ساتھی جو آزمائش میں ثابت قدم رہیں۔تو کیا مہاجرین حبشہ کی تعداد سو نہیں بتائی جاتی؟

(iii) ہار جو عطا ہوئے ان کی تعداد دس ہے۔ہار سب سے نفیس زیور ہوتا ہے جو سینے سے لگا رہتا ہے اور ہر دیکھنے والے کو سب سے خوبصورت اور عمدہ لگتا ہے۔دیکھیے ''عشرہ مبشرہ'' اس بات کے مصداق ٹھہرے۔

(iv) ''تین سو گھوڑے'': گھوڑے کا لفظ بہادری اور جوانمردی کی علامت ہے۔مراد یہ ہے کہ تین سو جوانمرد عطا ہوں گے۔جنگ بدر میں شامل ہونے والے صحابہؓ کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔

(v) ''دس ہزار گائیں'': گائے کا لفظ سیدھے اور شریف انسان کیلئے آج بھی پاک وہند میں عام استعمال ہوتا ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار قدسی صحابہؓ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے۔

منتر نمبر 4: ''تبلیغ کر اے احمد! تبلیغ کر۔جیسے چڑیاں پکے ہوئے پھل والے درخت پر چہچہاتی ہیں''۔

وضاحت:(i) اس منتر میں ''ربھ'' نام کا انسان مخاطب ہے۔یہ سنسکرت لفظ عربی لفظ ''احمد'' کے ہی معنی رکھتا ہے۔یعنی کثرت سے یا سب سے بڑھ کر اللہ کی حمد وثناء کرنے والا۔

(ii) رسول کریمؐ نے ہر طریقہ تبلیغ استعمال فرمایا۔ اپنے شہر میں، دوسرے شہروں میں اور بادشاہوں کو خط لکھ کر بھی۔

(iii) ''چہچہاتی چڑیاں'': اگر قرآن شریف کی تلاوت کی جائے تو کونسا دل ہے جس پر اثر نہ ہو۔

(iv) ''پکے ہوئے پھل'': دعوت کے نتیجہ میں دنیا پکے ہوئے پھل کی طرح اسلام کی جھولی میں گرے گی۔

منتر نمبر 5: ''حمد کرنے والے اپنی حمدوں کے ساتھ یا نمازی اپنی نمازوں کے ساتھ طاقتور سانڈ کی طرح جنگ میں جاتے ہیں اور ان کی اولاد اپنے گھروں میں یوں

مولانا حکیم عبید اللہ صاحب بسمل کی روایت ہے کہ وہ احمدی ہونے سے پہلے رافضی شیعہ تھے۔ انہیں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''سر الخلافہ'' ملی۔ اس کے پڑھنے سے ان کے عقیدہ میں انقلاب عظیم پیدا ہوگیا۔ رات کے گیارہ بجے تھے وہ کتاب پڑھتے پڑھتے سو گئے۔ خواب میں انہوں نے حضرت امام حسینؓ کو دیکھا کہ بلند جگہ پر کھڑے ہیں اور کسی سے کہہ رہے ہیں کہ مرزا صاحب کو جا کر خبر کردو کہ میں آ گیا ہوں۔

صبح میں قادیان کے لئے روانہ ہوگیا۔ قادیان میں ان دنوں حضرت صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحب مہمان خانہ میں مقیم تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی تو ان کا چہرہ دیکھتے ہی حضرت حسینؓ کی خواب والی شکل آنکھوں کے سامنے آ گئی۔

دوسرے دن مولانا حکیم عبید اللہ صاحب درثمین پڑھنے لگے۔ کتاب کھولتے ہی اس شعر پر نگاہ جا ٹکی۔

کربلائیست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

اس شعر پر غور کر رہے تھے تو مہمان خانہ کے دروازہ پر نظر پڑی۔ دیکھا کہ حضرت صاحبزادہ سید محمد عبد اللطیف تشریف لا رہے ہیں۔ مولانا بسمل صاحب اٹھ کر ملے۔ جب کابل میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی شہادت ہوئی تو مولانا بسمل صاحب کی رؤیا کی تعبیر اور حضرت حسینؓ کے بارہ میں شعر کا مطلب واضح ہوگیا۔

(سیرت المہدی حصہ سوم روایت نمبر ۷۳۱۔ ایڈیشن فروری ۱۹۳۹ء)

حضرت مولوی شیر علی صاحب سے روایت ہے کہ:

''ایک دفعہ ایک ہندوستان کا رہنے والا مولوی قادیان آیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگا کہ وہ ایک جماعت کی طرف سے نمائندہ ہو کر حضور کے دعویٰ کی تحقیق کے لئے آیا ہے اور پھر اس نے اختلافی مسائل کے متعلق گفتگو شروع کر دی۔ وہ گفتگو کے دوران بڑے تکلف سے خوب بنا بنا کر موٹے موٹے الفاظ استعمال کرتا تھا۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کچھ تقریر فرمائی تو وہ آپ کی بات کاٹ کر بولا کہ مسیح و مہدی ہونے کا دعویٰ ہے مگر الفاظ کا تلفظ اچھی طرح ادا نہیں کرتے۔ اس وقت مولوی عبد اللطیف صاحب شہید حضورؑ کے پاس بیٹھے تھے۔ ان کو مولوی کی بات پر بہت غصہ آیا اور انہوں نے اس جوش میں اس مولوی صاحب کے ساتھ فارسی زبان میں گفتگو شروع کر دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی صاحب کو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کیا اور پھر کسی دوسرے وقت جب مولوی عبد اللطیف صاحب مجلس میں موجود نہ تھے حضور نے فرمایا کہ اس وقت مولوی صاحب کو بہت غصہ آ گیا تھا اس لئے میں نے اس ڈر سے کہ وہ کہیں غصہ میں اس مولوی کو مار ہی نہ بیٹھیں مولوی صاحب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبائے رکھا تھا۔ (سیرت المہدی حصہ دوم روایت نمبر ۳۶۴)

(باقی آئندہ)

براہین احمدیہ حصہ پنجم

(مکرم عبدالحق بدر صاحب)

خدام کے مطالعہ کیلئے ماہ نومبر 2003ء سے اکتوبر 2004ء تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف لطیف 'براہین احمدیہ حصہ پنجم' مقرر ہے۔ اس کتاب کا دوسرا نام 'نصرۃ الحق' ہے۔ اس کے کل ۴۸۲ صفحات ہیں اور روحانی خزائن جلد نمبر ۲۱ میں شامل ہے۔ حضور علیہ السلام نے فروری ۱۹۰۵ء میں یہ عظیم کتاب تصنیف فرمائی لیکن شائع حضور کی وفات کے بعد ہوئی۔

حضورؑ نے ۱۸۸۰ء سے کتاب 'براہین احمدیہ' کی اشاعت کا آغاز فرمایا تھا۔ خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت سے ایسا اتفاق ہوا کہ براہین احمدیہ کے چار حصے آپ نے ۱۸۸۴ء تک شائع فرما دیے۔ اس کے بعد اکیس برس تک اس کتاب کا چھپنا ملتوی رہا۔ پھر ۱۹۰۵ء میں تصرف الٰہی سے حضور کا ذہن اس طرف مبذول ہوا اور آپ نے 'براہین احمدیہ' کے پانچویں حصہ کی تصنیف کر کے اس کی تکمیل کر دی۔ اس طویل التواء کا باعث اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اور مصلحتیں تھیں جو آپ نے کتاب ھٰذا میں بیان فرمائی ہیں۔ حضورؑ 'براہین احمدیہ' کے پہلے چار حصوں کو 'عہدنامہ عتیق' اور پانچویں حصے کو 'عہدنامہ جدید' قرار دیا کرتے تھے۔

یہ عظیم الشان کتاب ایک دیباچہ، دو ابواب اور ایک ضمیمہ پر مشتمل ہے۔

دیباچہ

دیباچہ میں حضورؑ نے کتاب کی تاخیر و التواء کے درج ذیل خدائی اسباب بیان فرمائے ہیں:-

(i) براہین احمدیہ کے ہر چہار حصص میں جابجا خدا کا مستور کلام جو اس عاجز پر ہوا وہ اس بات کا متقاضی تھا کہ اس کی تشریح کی جائے اور جو پیشگوئیاں اُس میں درج ہیں اُن کی سچائی لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔ پس اس لئے خدائے حکیم و علیم نے اس وقت تک براہین احمدیہ حصہ پنجم کا چھپنا ملتوی رکھا کہ جب تک وہ تمام پیشگوئیاں ظہور میں آ گئیں۔

(ii) دوسرا سبب یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ ان لوگوں کے دلی خیالات ظاہر کرے جن کے دل مرض بدگمانی میں مبتلا تھے اور ایسا ہی ہوا۔

(iii) تیسرا سبب یہ بیان کیا کہ تا خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر ظاہر کرے کہ یہ کاروبار اُس کی مرضی کے مطابق ہے اور تمام الہامات جو براہین احمدیہ حصص سابقہ میں لکھے گئے ہیں یہ اُس کی طرف سے ہیں۔ اگر یہ تمام الہامات اُس کی طرف سے نہ ہوتے تو وہ ایک مفتری کو ہرگز تئیس برس تک مہلت نہ دیتا۔

باب اوّل

پہلے باب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سچے اور زندہ مذہب کی ما بہ الامتیاز خصوصیات بیان فرمائی ہیں اور تحریر فرمایا ہے کہ سچے مذہب میں اللہ تعالیٰ کی قولی اور فعلی تجلیات کا وجود ضروری ہے کیونکہ ان کے بغیر ذات باری تعالیٰ کی معرفت کامل طور پر نہیں ہوتی اور کامل معرفت کے بغیر گناہ سے نجات ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضورؑ نے معجزہ کی اصل حقیقت

اور ضرورت کے بیان میں علیحدہ باب رقم فرمایا ہے۔ چنانچہ حضورؑ معجزہ کی غرض وغایت ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:-

"معجزہ صرف حق اور باطل میں فرق دکھلانے کے لئے اہل حق کو دیا جاتا ہے اور معجزہ کی اصل غرض صرف اس قدر ہے کہ عقلمندوں اور منصفوں کے نزدیک سچے اور جھوٹے میں ایک مابہ الامتیاز قائم ہو جائے اور اُسی حد تک معجزہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو مابہ الامتیاز قائم کرنے کے لئے کافی ہو اور یہ اندازہ ہر ایک زمانے کی حاجت کے مناسب حال ہوتا ہے اور نیز نوعیت معجزہ بھی حسب حال زمانہ ہی ہوتی ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں ہے کہ ہر ایک متعصب اور جاہل اور بدطبع کو کیسا ہی مصلحت الٰہیہ کے برخلاف اور قدرِ ضرورت سے بڑھ کر کوئی معجزہ مانگے تو وہ بہر حال دکھلانا ہی پڑے۔ یہ طریق جیسا کہ حکمت الٰہیہ کے برخلاف ہے ایسا ہی انسان کی ایمانی حالت کو بھی مضر ہے"۔ (روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 44)

باب دوم

دوسرے باب میں ان نشانوں کا ذکر فرمایا ہے جو براہین احمدیہ چہار حصص میں شائع ہونے والی پیشگوئیوں کے مطابق ظاہر ہوئے۔ اس سلسلہ میں حضورؑ نے اپنے سینکڑوں الہامات کی واقعاتی شواہد اور تائیدات الٰہیہ سے تشریح فرمائی ہے۔ یہ تمام واقعات دینِ حق اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ کے من جانب اللہ ہونے کا بھی ثبوت ہیں۔ اس باب میں اسماء الانبیاء کے ذیل میں سورۃ الکہف کی ان آیات کی نادر اور لطیف تشریح بیان فرمائی ہے جو ذوالقرنین کے تعلق میں مذکور ہے۔

ضمیمہ

ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم بعض معترضین کے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل ہے۔

سب سے پہلے حضورؑ نے ایک صاحب محمد اکرام اللہ شاہجہان پوری کے ان اعتراضات کو لیا ہے جو انہوں نے حضورؑ کے الہام

عَفَتِ الدِّیَارُ مَحَلُّهَا وَمُقَامُهَا

پر صرفی ونحوی لغوی اور واقعاتی اعتبار سے کیے ہیں۔ اس کے بعد اسی الہام پر ایک اور صاحب کے اعتراضات کا جواب ہے۔ اس سلسلے میں حضور نے ضمناً سورۃ المومنون کی ابتدائی آیات کی انتہائی پُر معارف تفسیر بیان فرما کر انسان کی روحانی اور جسمانی پیدائش کے مراتب ستہ کو بیان فرمایا ہے اور اسے قرآن کریم کا علمی معجزہ قرار دیا ہے۔

تیسرے نمبر پر مولوی محمد حسین بٹالوی کے بعض اُن شبہات کا ازالہ کیا ہے جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زلزلوں سے متعلق پیشگوئیوں کے بارے میں شائع کیے تھے۔ مولوی محمد حسین کے سوالات کے جوابات میں حضور نے وفات مسیح پر بھی معقولی اور منقولی رنگ میں بحث فرمائی ہے اور پھر مولوی صاحب کو مخاطب کر کے ایک طویل عربی قصیدہ رقم فرمایا ہے۔ جس میں حضور نے اپنی صداقت کے دلائل تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔

چوتھے نمبر پر حضورؑ نے حضرت سید محمد عبد الواحد صاحب مدرس وقاضی برہمن بڑیہ کے بعض شبہات کا ازالہ فرمایا ہے۔

آخر میں مولوی رشید احمد گنگوہی کے رسالہ الخطاب الملیح فی تحقیق المھدی و المسیح کا جواب حضور نے تحریر فرمایا ہے اور تفصیل کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو قرآن کریم کی متعدد آیات سے ثابت کیا ہے۔ ضمیمہ کے بعد ایک خاتمہ ہے جو حضور تحریر فرمانے کا ارادہ رکھتے تھے اور خاتمہ کو مندرجہ ذیل چار فصلوں میں تقسیم فرمانا چاہتے تھے:-

فصل اوّل: اسلام کی فضیلت کے بیان میں۔

فصل دوم: قرآن شریف کی اعلیٰ اور کامل تعلیم کے بیان میں۔
فصل سوم: اُن نشانوں کے بیان میں جن کے ظہور کا براہین احمدیہ میں وعدہ تھا اور خدا نے میرے ہاتھ پر وہ ظاہر فرمائے۔
فصل چہارم: ان الہامات کی تشریح میں جن میں میرا نام عیسیٰ رکھا گیا یا دوسرے نبیوں کے نام سے مجھے موسوم کیا ہے یا ایسا ہی بعض اور الہامی فقرے جو تشریح کے لائق ہیں۔

کتاب کے آخر میں وہ متفرق یادداشتیں بھی درج ہیں جو حضرت اقدس علیہ السلام نے اس مضمون کے متعلق لکھی تھیں اور آپ کے مسودات سے دستیاب ہوئیں۔ یہ یادداشتیں اگرچہ محض اشارات ہیں تاہم ان کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔

کتاب میں مذکور بعض مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی
سربستہ امور	جو امور کھلے نہ ہوں
فارقلیط	عبرانی لفظ ''پاراقلیط'' کا معرب ہے جس کے معنی ''احمد'' کے ہیں
اُمّ الخبائث	تمام برائیوں کی ماں
دریوزہ گر	فقیر۔گداگر
فیج	نشیبی زمین
خمول	گمنامی۔ پوشیدگی
حیّز عمل	عمل کی حدود۔ دائرہ کار
اصطفاء	منتخب ہونا۔ برگزیدگی
اجتباء	پسندیدہ ہونا
قرنا	سینگ کا بگل۔ نرسنگا
دل فگار	سخت غمگین۔محزون
شکیب	برداشت۔ تحمل

☆ ☆ ☆

اشک در اشک دعاؤں کے خزینے ہوں گے

اک ذرا آپ کی نظروں کا اشارہ ہوگا
تیرے عشاق نے لبیک پکارا ہوگا

اشک در اشک دعاؤں کے خزینے ہوں گے
سانس در سانس محبت کا نظارہ ہوگا

آنکھ میں اس کی محبت کو اُتارو تو سہی
رنگِ آکاش کا ہر رنگ تمہارا ہوگا

جس میں ہر آن دعائیں ہوں مسیحا کے لئے
کب مری آنکھ پہ روشن وہ ستارہ ہوگا؟

کس طرح نور کی بارش کو گھٹائے ہم پر
نورِ سرکار کو کیسے یہ گوارا ہوگا

ہم وہ خوش بخت کہ جو نوکِ سناں پر رقصاں
ہم ہیں وہ لوگ خدا جن کا سہارا ہوگا

اس کی یادوں میں سسکتے ہوئے مضطر لوگو
اُس نے کس صبر سے یہ وقت گزارا ہوگا

اب یہ بہتر ہے کہ اشکوں کی زباں میں بولوں
لب گنہگار سے کیا ذکر تمہارا ہوگا

(مکرم نورالجمیل نجمی صاحب)

☆ ☆ ☆

سیب کے خواص

(مکرم حکیم منور احمد عزیز صاحب ۔ چک چٹھہ، حافظ آباد)

سیب کے مختلف زبانوں میں نام: اردو، فارسی، بلوچی۔ ''سیب''، ہندی، بنگلہ ۔''سیو''، سندھی ۔''سوف''، عربی۔ ''تفاح''، انگریزی ۔''ایپل'' Apple۔

تعارف: صوبہ بلوچستان، سرحد، پنجاب، مغربی سندھ اور وسط ہند دکن میں پیدا ہوتا ہے۔

یہ ایک مشہور شیریں، خوشبودار، خوش ذائقہ بکثرت ملنے والا میوہ ہے جس کے درخت کی اونچائی بیس سے تیس فٹ تک ہو جاتی ہے۔ اس کے درخت پر پھل سے پہلے سفید رنگ کے پھول کھلتے ہیں۔

سیب کی رنگت سبز، سرخ یا زرد ہوتی ہے۔ کچا سیب ترش یا پھیکا ہوتا ہے جو پکنے کے بعد خوش ذائقہ شیریں ہو جاتا ہے۔ اکثر اگست کے شروع میں سیب منڈیوں میں آنا شروع ہو جاتا ہے جو جنوری تک باغات سے آتا رہتا ہے۔ سیب ہر موسم میں مل جاتا ہے۔ سیب کی بہت سی اقسام ہیں۔ تاجر لوگ سیب کو سرد خانوں میں جمع کر لیتے ہیں اور پھر سارا سال فروخت کرتے رہتے ہیں۔ سیب کے ماہرین آج تک پندرہ سو اقسام اپنے مشاہدہ میں لا چکے ہیں۔

کیمیائی تجزیہ: نمی 85.9%، گوشت بنانے والے اجزاء 0.3%، روغنی اجزاء 0.15%، ارضی اجزاء 0.3% نشاستہ شکر 13.4% اس کے علاوہ فاسفورس، فولاد دیگر تمام پھلوں اور سبزیوں سے زیادہ مقدار میں پایا جاتا ہے۔ سیب کا چھلکا اتار دینا سیب کے ایک بہت قیمتی جزو کو پھینک دینے کے مترادف ہے۔ سیب کے چھلکے میں وٹامن 'سی' بڑی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ اس لئے سیب کے اکسیری فوائد سے پورا مستفید ہونا چاہیے اور اس کا چھلکا جدا نہ کیا جائے۔

تاریخ: سیب ایک نہایت صحت افزاء اور طاقت بخش دوا ہے۔ سیب کا ذکر قدیم مذہبی کتب اور گیتوں میں ملتا ہے۔ پتھر کے زمانہ کی جو تصویریں دریافت ہوئی ہیں، ان پر سیب کی تصویریں کندہ ہیں۔ سیب کا ذکر بائبل میں بھی کیا گیا ہے۔ امریکہ میں ماہرین کا ایک اجلاس ہوا تھا، اس میں سیب کو اس کے کثیر فوائد اور بہترین صحت بخش ہونے کی وجہ سے متفقہ طور پر دنیا کے تمام پھلوں کا بادشاہ قرار دیا گیا اور انگور کو شہزادہ۔

سیب تقریباً تین ہزار سال پہلے سے بویا اور کاشت کیا جاتا ہے۔ قدیم اطباء اس سے خوب واقف تھے چنانچہ اس کی بائیس قسمیں قدیم رومیوں کو معلوم تھیں علاوہ ازیں چوتھی صدی قبل مسیح میں تاؤفرسطس نے بھی اس کا بیان لکھا ہے۔

افعال و استعمال

سیب مفرح قلب اور دماغ ہے۔ مقوی قلب و گردہ مثانہ۔ گرمی کو تسکین دیتا ہے۔ چہرے کے رنگ کو نکھارتا ہے۔ اس میں فولادی اثرات ہونے کی وجہ سے قدرے

قبض کرتا ہے۔بھوک بڑھاتا ہے۔اس کے اجزا طب میں بکثرت مستعمل ہیں۔مختلف اعضاء پر اس کے اثرات حسب ذیل ہیں:۔

سیب مقوی دماغ وحواس ہے۔قدیم ہندو اسے دیوتاؤں کی غذا مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں روحانی اثر ہے۔ فاسفورس کا جزو موجود ہونے سے اس کا استعمال دماغ و اعصاب اور ہڈیوں کو طاقت دیتا ہے۔آنکھ کے درد کے لئے سیب کو پکا کر آنکھ پر باندھنے سے درد دور ہو جاتا ہے۔سیب مقوی اعضائے رئیسہ اور روح حیوانی کو لطیف بنا کر اس میں فرحت پیدا کرتا ہے۔معدہ کے استرخا کو دور کرتا اور ضعیف معدہ کو قوی کرتا ہے۔ترش سیب صفراوی مزاج میں فم معدہ کو قوت دیتا ہے اور قے کو دور کرتا ہے۔غلبہ صفراء اور جوش خون کو کم کرتا ہے۔گردوں کو صاف کرتا اور مثانہ کو طاقت دیتا ہے۔سیب سے حکماء کئی مرکبات تیار کرتے ہیں۔جوارش خمیرہ،حلوائے،شربت،عرق اور مربہ سیب۔اس کے پھولوں سے گلقند بھی تیار کی جاتی ہے جو دل ودماغ کو طاقت دیتی ہے۔سیب سے چاندی،قلعی اور عقیق کا کشتہ بھی تیار کیا جاتا ہے۔ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیشہ ہمیں اپنے فضلوں اور نعمتوں سے نوازتا رہے۔

☆☆☆

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جسمانی قوت اور توانائی سے وہ کام ہرگز نہیں ہو سکتے جو روحانی قوت اور طاقت کر سکتی ہے"۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۳۴)

جو رہی سو بے خبری رہی

خبرِ تحیّرِ عشق سُن ، نہ جنوں رہا نہ پری رہی
نہ تو تُو رہا، نہ تو میں رہا، جو رہی سو بے خبری رہی

شہِ بے خودی نے عطا کیا ، مجھے اب لباسِ برہنگی
نہ خرد کی بخیہ گری رہی ، نہ جنوں کی جامہ دری رہی

چلی سمتِ غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا
مگر ایک شاخِ نہالِ غم جسے دل کہیں سو ہری رہی

نظرِ تغافلِ یار کا گلہ کس زباں سے بیاں کروں
کہ شرابِ صد قدح آرزو خمِ دل میں تھی سو بھری رہی

وہ عجب گھڑی تھی کہ جس گھڑی لیا درس نسخۂ عشق کا
کہ کتاب عقل کی طاق پر جیوں دھری تھی یونہی دھری رہی

ترے جوشِ حیرتِ حسن کا اثر اس قدر ہے یہاں ہوا
کہ نہ آئینہ میں جلا رہی ، نہ پری کی جلوہ گری رہی

کیا خاک آتشِ عشق نے دلِ بے نوائے سراج کو
نہ خطر رہا ، نہ حذر رہا مگر ایک بے خطری رہی

(**سراج دکنی** ۱۱۷۷ھ)

زبانیں سیکھنے کی اہمیت

(مکرم فرخ شاد صاحب)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَیَان

یعنی اُس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا جس سے وہ اپنے مافی الضمیر کو بیان کرتا ہے۔ اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو دوسرے حیوانوں سے ممتاز فرمایا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف علاقوں میں بسنے والے لوگوں کی زبانوں میں اختلاف پایا جاتا ہے جو یقیناً وقت کے ساتھ ساتھ ہر علاقہ کے مختلف ماحول اور مختلف آب وہوا کے زیر اثر پیدا ہوا۔ یہ بھی دراصل خدا تعالیٰ کے نشانوں میں سے ایک عظیم الشان نشان ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم فرماتا ہے:۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ (سورہ روم: 23)

"یعنی زمین وآسمان کی تخلیق اور تمہاری زبانوں کا باہم اختلاف اور تمہارے رنگوں کا اختلاف اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے ہیں"۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ قرآن کریم وہ پہلی کتاب ہے جس نے زبانوں کے اختلاف کی طرف توجہ دلائی اور اسے آیت اللہ قرار دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بارہ میں فرماتے ہیں:۔

"بولیوں کی تحقیق کی طرف توجہ دلانے والا بجز قرآن کریم کے اور کوئی دنیا میں ظاہر نہیں ہوا۔ اس پاک کلام نے یہ فرمایا: وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ. (سورہ روم: 23)

خدا تعالیٰ کی ہستی اور توحید کے نشانوں میں سے زمین آسمان کا پیدا کرنا بولیوں اور رنگوں کا اختلاف ہے۔ درحقیقت خدا شناس کے لئے یہ بڑے نشان ہیں۔ نگران کے لئے جو اہل علم ہیں۔ اب دیکھو کہ کس قدر تحقیق السنہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اس کو خدا شناسی کا مدار ٹھہرایا ہے۔"

(منن الرحمٰن۔ روحانی خزائن جلد 9 حاشیہ 163-164)

پس یہ جو مختلف علاقوں میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ اس میں ہمیں اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ دوسری زبانوں کو بھی سیکھنا چاہیے اور اس طرح خدا تعالیٰ کے نشانات پر غور کرنا چاہیے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو عالمگیر تعلیم دے کر مبعوث فرمایا اور تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا۔ آپؐ کا پیغام تمام دنیا کیلئے ہے۔ اس سے قبل تمام تعلیمات محدود وقت اور محدود قوموں کیلئے تھیں لیکن اب چونکہ ہر قوم اور ہر علاقہ میں اسلام کی تعلیم اور اشاعت کا زمانہ ہے اس لحاظ سے زبانوں کے سیکھنے کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

اگر ہم دوسرے علاقوں کے لوگوں کی زبانیں نہیں سیکھیں

گے تو نہ ہم اُن کے مذاہب کے بارہ میں جان سکتے ہیں اور نہ انہیں اپنی تعلیم سے آگاہ کر سکتے ہیں۔ ایک دوسرے کی زبانیں سیکھ کر ہم ایک دوسرے کے علوم حاصل کر سکتے ہیں، ایک دوسرے کے کلچر اور تہذیب کو جان سکتے ہیں اور اس طرح یقیناً مزید نئے علوم پیدا ہوں گے۔

اس آخری زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے نئی نئی ایجادات اور نئے نئے ذرائع پیدا فرمائے ہیں۔ تمام دنیا کے تعلقات آپس میں بڑھ رہے ہیں۔ اس لئے بھی ضروری ہے کہ دوسری زبانیں سیکھی جائیں۔

اسی طرح آخری زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے دین حق کی اشاعت اور غلبہ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا۔ اس مقصد کی تکمیل کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی پا کر ایک نہایت عظیم الشان تحریک جاری فرمائی جسے "**وقف نو**" کا نام دیا۔ تا کہ دین حق کے مجاہدین تمام دنیا میں پھیل جائیں اور ہر ملک میں توحید کا جھنڈا گاڑ دیں اور دین حق کی تعلیم کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیں۔

اس مقصد کے حصول کیلئے ضروری ہے کہ تمام دنیا میں بولی جانے والی زبانیں سیکھی جائیں۔ اسی لئے حضور رحمہ اللہ نے واقفین کو زبانیں سیکھنے کی طرف خصوصی توجہ دلائی اور فرمایا کہ وقف نو کے ہر مجاہد کیلئے عربی اور اُردو کے علاوہ ایک اور زبان سیکھنی ضروری ہے۔ عربی زبان اس لئے کہ قرآن کریم اور احادیث عربی زبان میں ہیں۔ اگر عربی زبان اچھی طرح آتی ہوگی تو دین حق کی تعلیم کو اچھی طرح سمجھ سکیں گے۔

حضور رحمہ اللہ نے فرمایا:۔

"جہاں تک زبانوں کا تعلق ہے۔ سب سے زیادہ زور شروع ہی سے عربی زبان پر دینا چاہیے کیونکہ ایک مبلغ عربی کے گہرے مطالعہ کے بغیر اور اس کے باریک در باریک مفاہیم کو سمجھے بغیر قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے پوری طرح استفادہ نہیں کر سکتا۔

اس لئے بچپن ہی سے عربی زبان کے لئے بنیاد قائم کرنی چاہیے اور جہاں ذرائع میسر ہوں اس کی بول چال کی تربیت بھی دینی چاہیے۔"

(خطبہ جمعہ 17 فروری 1989ء)

عربی کے بعد اردو زبان بھی نہایت ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کی تعلیمات ہمیں سمجھائیں اور زیادہ تر اُردو زبان میں ہی بیان فرمائیں۔ اس لئے اُردو زبان سیکھنی بھی ضروری ہے۔

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"عربی کے بعد اُردو بھی بہت اہمیت رکھتی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی کامل غلامی میں اس زمانہ کا جو امام بنایا گیا ہے اس کا اکثر لٹریچر اُردو میں ہے...... پس عربی کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اُردو لٹریچر کا مطالعہ بھی ضروری ہے اور بچوں کو اتنے معیار کی اُردو سکھانی ضروری ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اردو لٹریچر سے براہ راست فائدہ اٹھا سکیں۔" (خطبہ جمعہ 17 فروری 1989ء)

پس عربی اور اردو زبانیں سیکھنا ہر ایک کے لئے ازبس ضروری ہے۔ تا کہ دین حق کی تعلیم کو بخوبی سمجھ سکے۔ اس کے علاوہ اس تعلیم کی اشاعت کے لئے کم از کم ایک اور زبان بھی

سیکھنی چاہیے۔ حضور رحمہ اللہ نے فرمایا:-

’’پھر ان کو وہی زبان نہیں چاہیے جس زبان کے لئے ان کو تیار کیا جارہا ہے بلکہ اردو زبان کی بھی شدید ضرورت ہوگی تاکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لٹریچر خود اُردو میں پڑھ سکیں۔ عربی زبان کی بنیادی حیثیت ہے کیونکہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ عربی میں ہیں۔ عربی زبان بھی سکھانے کی ضرورت پڑے گی۔ پس تین زبانیں تو کم سے کم ہیں یعنی اس کے علاوہ کوئی زبان سیکھنا چاہے تو جتنی چاہے سیکھے۔‘‘ (خطبہ جمعہ یکم دسمبر 1989ء)

زبانیں سیکھنے اور سکھانے کے بارہ میں نہایت اہم امور کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

’’زبانیں سیکھنا بہت مشکل کام ہے اور بچپن ہی سے شروع ہونا چاہیے اور زبانیں سکھانا بھی بہت ہی مشکل کام ہے اور بڑے بڑے ماہرین کی ضرورت ہے جنہوں نے زندگیاں اس کام کیلئے وقف کر رکھی ہوں۔‘‘

(خطبہ جمعہ یکم دسمبر 89ء)

پس مختلف زبانوں کے احمدی ماہرین کو اس عظیم مقصد کے لئے اپنی زندگیاں وقف کرنی چاہئیں۔ فی زمانہ یقیناً یہ بہت بڑی خدمت ہے۔ اسی طرح حضورؒ نے زبانیں سکھانے کے بارہ میں ایک اور اہم امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:-

’’بہت بچپن سے اگر زبان سکھائی جائے تو وہ اتنے گہرے نقش دماغ پر قائم کردیتی ہے کہ اس کے بعد بچے اہل زبان کی طرح بول سکتے ہیں اور بڑی عمر میں سیکھی ہوئی زبان خواہ آپ کتنی محنت کریں وہ اہل زبان جیسی زبان نہیں بنتی۔ طوعی اور فطری طور پر جو ذہن سوچتا ہے وہ بچپن سے اگر سیکھی ہوئی زبان ہے تو وہ سوچ اس کی بے ساختہ ہوتی ہے، قدرتی اور طوعی ہوتی ہے...... اس لئے اہل زبان بنانے کیلئے بہت بچپن سے زبان سکھائی پڑتی ہے۔ اگر پنگھوڑوں میں زبان سکھائی جائے تو یہ بھی بہت اچھا ہے بلکہ سب سے اچھا ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 8 ستمبر 1989ء)

☆☆☆

کیفیت دعا/قبولیت دعا

جو لفظ جاں میں مچل رہے تھے
سلگتے سینے میں پل رہے تھے
لبوں سے جب وہ نکل رہے تھے
تو سونا دل کا اُگل رہے تھے
نکل نکل کر پگھل رہے تھے

بتاؤں کیسے جو میں نے دیکھا
کہ پگھلے لفظوں کا بہتا سونا
حسیں صورت میں ڈھل گیا تھا
کھڑا میں حیران سوچتا تھا
کہ میری آنکھوں میں کون اُترا
ہے چاند کیسا جو آج نکلا

(مقصود الحق۔ جرمنی)
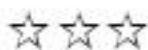
تسخیر کائنات

(مکرم انعام اللہ صاحب۔ لاہور)

کائنات کیا ہے؟ کتنی بڑی ہے؟ اس کی تعمیری اکائی کیا چیز ہے؟ کب شروع ہوئی اور کب اختتام پذیر ہوگی؟ آسمان کی ماہیت کیا ہے۔ اس پر سجے ہوئے سورج چاند ستاروں، سیاروں اور شہب ثاقبہ کی کیا حقیقت ہے؟ کیا ایک ہی کائنات ہے؟ اور کیا کائنات کے کسی اور حصہ میں بھی زندگی کے آثار ہیں، تھے یا آئندہ ممکن ہوسکتے ہیں؟

اس قسم کے ان گنت سوالات ہیں۔ جو مشاہدہ کرنے والے شخص کو سوچنے اور مزید جاننے کے لئے تحریک کرتے ہیں۔ جس گھر میں ہم رہائش پذیر ہوں اس کے متعلق مختلف حصہ جات یعنی ساخت کے بارہ میں تفصیلات اکٹھی کی جاسکتی ہیں اور اس کی تعمیری اکائی پر بھی تفصیلات اکٹھی ہوسکتی ہیں۔ اسی طرح کائنات بھی تمام جاندار اور بے جان مخلوقات کے لئے ایک گھر کی حیثیت رکھتی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ اس کے رہنے والوں کے پاس مکمل معلومات نہیں ہیں اور ابھی تک بہت کم حصہ اس کائنات کا تسخیر ہوسکا ہے۔

اب تک کی تحقیق کے مطابق کائنات کی تعمیری اکائی کوارک (Quark) نامی ذرات ہیں جن کی مزید کئی اقسام ہیں۔ یہ جزوی مثبت اور منفی چارج کے حامل ذرات ہیں۔ دو یا دو سے زائد کوارک آپس میں مل کر نیوٹران، پروٹان اور الیکٹران بناتے ہیں۔ اس طرح دوسرے مختلف قسم کے ذرات مثلاً الفا، بیٹا وغیرہ بھی انہیں ذرات سے مل کر وجود میں آتے ہیں۔ نیوٹران اور پروٹان مل کر نیوکلیس بناتے ہیں جو کسی بھی مادی جسم کے ایٹم کے مرکزہ میں واقع ہوتا ہے اور اس کے گرد مختلف تعداد میں الیکٹران محوگردش ہوتے ہیں۔ کسی ایک ایٹم میں موجود الیکٹران اور پروٹان کی تعداد برابر ہوتی ہے۔ مثلاً کاربن کے ایک ایٹم میں چھ الیکٹران ہوتے ہیں اور پروٹان کی تعداد بھی چھ ہی ہوتی ہے۔ کسی ایک عنصر کے تمام ایٹموں کا اٹامی نمبر ایک ہی ہوتا ہے اور عناصر کے ایٹموں میں الیکٹران کی تعداد میں تبدیلی سے عناصر کے خواص و اقسام میں تبدیلی وقوع پذیر ہوتی ہے۔ مندرجہ بالا بحث کے مطالعہ کے بعد آپ تصور کرسکتے ہیں کہ تمام چیزیں جو آپ کے اردگرد موجود ہیں اور مادہ (ٹھوس، مائع یا گیس) کی تعریف پر پوری اترتی ہیں، ان کی ساخت کیسی ہوگی؟ اسی طرح تمام اشیاء بشمول سورج، چاند، سیاروں، ستاروں وغیرہ کے جو آسمان پر موجود ہیں اور ان میں سے کچھ صرف آنکھ اور باقی دوربین کی مدد سے قابل مشاہدہ ہیں بنیادی تعمیری اکائی کوارک (Quark) ہی سے معرض وجود میں آئے ہیں۔ ان بنیادی ذرات کو ملانے والی کششی قوتیں موجود ہیں۔

دراصل بیسویں صدی عیسوی کے وسط کے سائنسدانوں کے مطابق بنیادی طور پر چار قوتیں ہیں جو کارخانہ کائنات چلانے والی قوتیں ہیں۔ یہ قوتیں ہی ہر قسم کی حالت سکون یا حرکت کا باعث ہیں۔ مثال کے طور پر چاند کو زمین کے گرد اور زمین کو سورج کے گرد گردش پر مجبور کرنے والی قوت کشش ثقل ہے۔ نیوٹن کے قانون ثقل کے مطابق کوئی دو اجسام جو کمیت رکھتے ہیں ایک دوسرے پر کشش ثقل لگاتے ہیں۔ دوسری قوت برقی مقناطیسی قوت ہے۔ ہر قسم کے برقی آلات ایصالیت کی وجہ سے قابل استعمال ہیں اور ایصالیت کی وجہ بھی

مامون رہتی ہے جیسے گائیں اپنے ٹھکانوں میں''۔

وضاحت: (i) آنحضرتؐ کے پیروکار ''حمادین'' یعنی حمد کرنے والے اور نمازی ہوں گے۔

(ii) جنگوں میں بھی نماز کا اہتمام کریں گے۔ صلوٰۃ الخوف اسی بات کی گواہی دیتی ہے۔

(iii) ان کی نشانی طاقتور سانڈ بتائی گئی یعنی وہ بہادر اور نڈر ہوں گے۔

(iv) کئی جنگیں ایسی لڑی گئیں کہ تمام مسلمانوں کو دشمن کے سامنے مدینہ خالی چھوڑ کر باہر جانا پڑا۔

(صحیح مسلم کتاب الحج حدیث نمبر 475)

منتر نمبر 6: ''اے احمد! اس کلام حکیم کو مضبوطی سے پکڑ کہ یہ گایوں اور مالوں کی اساس ہے اور اسے متقیوں تک پہنچا جیسے بہادر نشانے پر تیر مارتا ہے''۔

وضاحت: (i) بعینہٖ وہی انداز تخاطب یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ

(ii) اس کلام کی نشانی اسی طرف اشارہ کرتی ہے جو اس آیت میں ہے لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ...... (ابراہیم:8)

(iii) متقیوں تک پہنچانے کا حکم ہے یعنی ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ

منتر نمبر 7: ''وہ دنیا کا سردار جو دیوتا ہے، سب سے افضل ترین انسان ہے۔ سارے لوگوں کا رہنما، سب قوموں میں معروف ہے۔ اس کی اعلیٰ ترین تعریف وثنا گاؤ۔

وضاحت: (i) ''سید ولد آدم'' صرف نبی کریم ﷺ ہی کی ذات ہے۔

(ii) کیا رسول کریم ﷺ تمام جہانوں کے لئے مبعوث نہ ہوئے تھے۔

(iii) ''تمام قوموں میں معروف'': اس کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ آپؐ کے متعلق پیشگوئیاں اور بشارتیں ہر قوم میں موجود ہوں گی۔

(iv) اس پاک رسول ﷺ پر کس قدر درود بھیجا جاتا ہے اور کتنی نعت بیان کی جاتی ہے۔ درود شریف کے کتنے زیادہ فضائل ہیں۔

منتر نمبر 8: ''اس شہرت یافتہ شخص نے گھر کی تعمیر کے دوران حکومت یا عدالت ہاتھ لیتے ہی ہر طرف امن وشانتی قائم کردی۔ اس بات کا ہر شوہر اپنی بیوی سے ذکر کررہا تھا''۔

وضاحت: (i) ظاہر ہوتا ہے۔ یہاں کوئی خاص گھر کی تعمیر مراد ہے۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ ...... میں اسی مکہ والے خاص گھر کا ذکر کیا گیا ہے۔

(ii) خانہ کعبہ کی تعمیر آپؐ کے عادلانہ فیصلہ کو صاف ظاہر کرتی ہے۔ یعنی جب حجر اسود رکھنے کا وقت آیا تو کس طرح چادر کے کونوں سے سب قبائل کو عادلانہ طور پر اس میں شامل فرمایا اور اس طرح قبائل کے درمیان ممکنہ جنگ کی بجائے ہر طرف امن وشانتی قائم کردی۔

(iii) گھر کی تعمیر سے مرادبتوں سے خانہ کعبہ کی پاکی و صفائی بھی لی جاسکتی ہے اور یہ بات فتح مکہ پر پوری ہوئی اور وہ لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ جیسا فیصلہ تھا کہ جس کی پوری انسانی تاریخ میں مثال نہیں ملتی اور آج تک اس کا چرچا ہے۔

منتر نمبر 9 اس شہرت یافتہ شخص کی حکومت میں ایک بیوی اپنے شوہر سے پوچھتی ہے کہ میں آپ کے لئے کیا لاؤں؟ دہی، لسی یا کوئی اور نشاط انگیز مشروب؟

(i) یعنی لوگوں کی گھریلو زندگی انتہائی خوشگوار ہوگی۔

برقی مقناطیسی قوت ہے۔ تیسری قوت مضبوط نیوکلیائی قوت جب کہ چوتھی کمزور نیوکلیائی قوت ہے۔ آخرالذکر دونوں قوتیں نیوکلیئس میں موجود پروٹان اور نیوٹران کو اکٹھا رکھنے میں مددگار ہیں۔ زمین جس پر تمام جاندار اشیاء زندگی بسر کر رہی ہیں اس کی ماہیت اس قدر بڑی ہے کہ ہمیں یوں نظر آتا ہے یہ سیدھی اور ہموار ہے لیکن یہ بات درست نہیں۔ بلکہ یہ بیضوی شکل کی حامل ہے اور وہ قوت ثقل ہی ہے جو ہمیں اس کی سطح سے باندھے رکھتی ہے۔ زمین کی طرح آٹھ مزید سیارے ہیں، جو سورج کے گرد اپنے مخصوص مداروں میں محو گردش ہیں۔ ہر سیارے سے متعلقہ چاند بھی ہیں۔ نو سیاروں، ایک سورج اور متعدد چاندوں پر مشتمل یہ نظام نظام شمسی کہلاتا ہے۔ اس کے علاوہ شہب ثاقبہ بھی اس نظام کا حصہ ہیں۔ جو مریخ و مشتری کے درمیان ایک بیلٹ کی صورت میں سورج کے گرد محو گردش ہیں۔ یہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور سائز میں کچھ انچ سے لے کر کچھ ہزار فٹ تک قطر کے ہیں۔ یہ زمین کی قوت کشش کی وجہ سے اس کی فضا میں داخل ہوتے ہیں اور اگر ایسا رات کے وقت ہو تو یہ قابل مشاہدہ بھی ہوتے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کائنات میں نظام شمسی کے علاوہ بھی کچھ ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کائنات لاحد و حد تک پھیلی ہوئی ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق اگر روشنی کی رفتار ($3x10^8$ میٹر فی سیکنڈ) سے سفر شروع کریں تو کائنات کے کناروں تک پہنچنے میں 18 سے 20 ارب سال لگیں گے۔ رات کو آسمان پر چھوٹے چھوٹے ٹمٹمانے والے ستارے حقیقت میں ہمارے سورج سے بھی کئی گنا بڑے ہیں جو کہ حائل فاصلوں کی وجہ سے بہت چھوٹے نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر چند انچ قطر سائز میں نظر آنے والا سورج اس قدر بڑا ہے کہ اس میں ایک لاکھ زمینیں سما سکتی ہیں اور چھوٹا نظر آنے کی وجہ حائل فاصلہ ہے جو چودہ کروڑ چھیانوے لاکھ کلومیٹر ہے۔ اس کی روشنی آٹھ منٹوں میں زمین تک پہنچتی ہے۔ اس بات سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ سب سے باہر والے سیارے پلوٹو پر تو بہت کم روشنی پہنچتی ہوگی اور وہاں سے سورج سائز میں کس قدر چھوٹا نظر آتا ہوگا۔ جب کہ زمین سورج کے قریب سیاروں میں سے ہے۔

یہ نظام شمسی دراصل کہکشاں کا حصہ ہے۔ ستاروں کے بہت بڑے مجموعہ کو کہکشاں کا نام دیا جاتا ہے اور جس کہکشاں کا ہم حصہ ہیں وہ Milky Way Galaxy کہلاتی ہے۔ اس کا قطر تقریباً ایک لاکھ نوری سال ہے۔ نوری سال سے مراد وہ فاصلہ ہے جو روشنی ایک سال کے عرصہ میں طے کرے گی۔ ہمارے سورج کا کہکشاں کے مرکز سے فاصلہ کوئی 30,000 نوری سال کا ہے اور سورج کے بعد قریب ترین ستارہ کوئی چار نوری سال کے فاصلہ پر ہے۔ ہماری کہکشاں سپرنگ نما یا Spiral Galaxy کہلاتی ہے۔ اس کے تمام ستارے، سیارے وغیرہ کہکشاں کے مرکز کے گرد گردش میں ہیں اور اس مرکز کے بارہ میں مختلف نظریات موجود ہیں، جن میں سے بلیک ہول نظریہ سب سے اہم ہے۔ اس کے مطابق بہت بڑا بلیک ہول اس کے مرکز پر واقع ہے، جو بہت زیادہ کشش ثقل کے باعث سب ستاروں سیاروں کو اپنے گرد گھومنے پر مجبور کرتا ہے۔ موجودہ تحقیق کے مطابق ہماری کہکشاں ابھی اوسط سائز کی ہے۔ بہت ہی بڑی بڑی کہکشائیں موجود ہیں، جو کئی لاکھ نوری سالوں کے فاصلہ پر موجود ہیں اور تمام کہکشائیں بھی کسی نامعلوم منزل کے لئے محو حرکت ہیں۔

عید مبارک

رپورٹ آل پاکستان والی بال و باسکٹ بال ٹورنامنٹ

منعقدہ 14 تا 16 ستمبر 2003ء

(مکرم رفیق احمد ناصر صاحب۔ مہتمم صحت جسمانی)

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیر اہتمام آل پاکستان والی بال و باسکٹ بال ٹورنامنٹ 14 تا 16 ستمبر 2003ء منعقد ہوا۔ ٹورنامنٹ کے جملہ انتظامات کے لئے محترم صدر صاحب مجلس کی منظوری سے درج ذیل انتظامیہ تشکیل دی گئی۔

انتظامیہ ٹورنامنٹ

ناظم والی بال + استقبال وسٹیج	مکرم امین الرحمن صاحب
ناظم باسکٹ بال + استقبال وسٹیج	مکرم میر محمود احمد صاحب
ناظم رابطہ	مکرم سلیم الدین صاحب
ناظم خوراک	مکرم ظفر اللہ خان طاہر صاحب
ناظم رہائش	مکرم حافظ حفیظ الرحمن صاحب
ناظم مہمان نوازی	مکرم مرزا ناصر انعام صاحب
ناظم رجسٹریشن	مکرم مشہود احمد صاحب
ناظم انعامات	مکرم نصیب احمد بٹ صاحب
ناظم سمعی بصری	مکرم فرید احمد نوید صاحب
ناظم طبی امداد	مکرم ڈاکٹر عبداللہ پاشا صاحب
ناظم آب رسانی وصفائی	مکرم ڈاکٹر محمد عامر صاحب
ناظم تربیت	مکرم نصیر احمد انجم صاحب
ناظم نظم وضبط	مکرم حافظ راشد جاوید صاحب
ناظم تیاری گراونڈ	مکرم احمد محمد احسن صاحب
ناظم روشنی	مکرم مرزا فضل احمد صاحب

افتتاح

ٹورنامنٹ کی افتتاحی تقریب مورخہ 14 ستمبر 2003ء بوقت 5 بجے سہ پہر دار الرحمت غربی کی گراونڈ میں منعقد ہوئی جس کا افتتاح مکرم ومحترم محمد اسلم شاد منگلا صاحب پرائیویٹ سیکرٹری نے کیا۔ آنمکرم کو مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں بطور مہتمم اشاعت، مہتمم تربیت اور مہتمم مقامی جب کہ مجلس انصار اللہ پاکستان میں قائد تربیت کی خدمات بجالانے کی توفیق حاصل رہی اور آج کل آپ قائد عمومی کی خدمت پا رہے ہیں۔ نیز 1983ء سے آپ کو پرائیویٹ سیکرٹری ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔

ٹورنامنٹ میں پاکستان بھر سے مدعو کئے گئے سات علاقہ جات ربوہ، فیصل آباد، گوجرانوالہ، لاہور، حیدرآباد راولپنڈی اور کراچی کی ٹیموں کے 92 کھلاڑیوں نے شرکت کی۔

والی بال ٹورنامنٹ

والی بال ٹورنامنٹ میں علاقہ ربوہ، لاہور، گوجرانوالہ، فیصل آباد کی ٹیمیں شامل ہوئیں۔

سیمی فائنل نمبر 1 علاقہ لاہور VS علاقہ ربوہ

سیمی فائنل نمبر 2 علاقہ گوجرانوالہ VS علاقہ فیصل آباد

فائنل علاقہ ربوہ اور علاقہ گوجرانوالہ کی ٹیموں کے مابین کھیلا گیا جس میں علاقہ ربوہ نے علاقہ گوجرانوالہ سے 3-1 سے کامیابی حاصل کر کے ٹورنامنٹ جیتنے کا اعزاز حاصل کیا۔

اختتامی تقریب میں مکرم و محترم مرزا محمد الدین ناز صاحب نے کھلاڑیوں میں انعامات تقسیم فرمائے۔ آپ کو مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں مہتمم مقامی، مہتمم اطفال، مہتمم تجنید، مہتمم اصلاح وارشاد، مہتمم صحت جسمانی اور نائب صدر خدام الاحمدیہ کے طور پر کام کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ رسالہ خالد اور رسالہ انصاراللہ کے ایڈیٹر کے طور پر بھی خدمات بجالاتے رہے مزید برآں آپ کو سیکرٹری بیوت الحمد سوسائٹی اور سیکرٹری تزئین ربوہ کمیٹی کے طور پر بھی خدمات بجالانے کی توفیق حاصل رہی اور آپ نائب صدر انصاراللہ صف دوم بھی رہے۔ آج کل بحیثیت استاد جامعہ احمدیہ خدمات بجالا رہے ہیں۔

ریفریان

مکرم ملک مشرف احمد صاحب' مکرم عبدالحق صاحب' مکرم عبداللہ کامران صاحب' مکرم خواجہ ایاز احمد صاحب اور مکرم وسیم احمد امتیاز صاحب نے بطور ریفری خدمات انجام دیں جب کہ مکرم منیر عارف صاحب اور مکرم محفوظ الرحمٰن صاحب نے ٹیکنیکل کمیٹی کے طور پر خدمات انجام دیں اللہ تعالیٰ انہیں بہترین جزاعطا فرمائے۔ آمین

باسکٹ بال ٹورنامنٹ

باسکٹ بال ٹورنامنٹ میں علاقہ ربوہ، علاقہ لاہور، علاقہ حیدرآباد، علاقہ کراچی اور علاقہ راولپنڈی نے شرکت کی۔

سیمی فائنل نمبر 1 علاقہ حیدرآباد VS علاقہ ربوہ

سیمی فائنل نمبر 2 علاقہ لاہور VS علاقہ کراچی

فائنل علاقہ لاہور اور علاقہ ربوہ کے درمیان ہوا جو کہ علاقہ ربوہ نے جیت کر ٹورنامنٹ میں کامیابی حاصل کی۔

اختتامی تقریب کے مہمان خصوصی مکرم و محترم پروفیسر عبدالجلیل صادق صاحب نے کھلاڑیوں میں انعامات تقسیم فرمائے۔ آنمکرم کو مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں بحیثیت مہتمم امور طلبہ اور مہتمم مجالس بیرون خدمات بجالانے کی توفیق حاصل رہی اور آج کل آپ مجلس انصاراللہ پاکستان میں بطور قائد ذہانت وصحت جسمانی خدمات کی توفیق پا رہے ہیں نیز حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کو امسال صدر مجلس صحت نامزد فرمایا ہے۔

ریفریان

مکرم قریشی سراج الحق صاحب، مکرم ملک ہود احمد صاحب، مکرم سید خلیل احمد شاہ صاحب، مکرم انعام الحق صاحب، مکرم ظریف احمد صاحب اور مکرم بلال احمد صاحب نے بطور ریفری خدمات انجام دیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین اجر عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

مسکرائیے

(مکرم شفیق احمد جٹ صاحب)

ایک آدمی حد درجہ کنجوس تھا۔ صبح کے ناشتے میں روٹی اور گھی لگانے کی بجائے صرف ڈبے پر روٹی مل کر بچوں کو دے دیتا۔ ایک مرتبہ وہ سفر پر جانے لگا تو ڈبہ الماری میں بند کر دیا اور چلا گیا۔ ایک ہفتے کے بعد واپس آیا اور بچوں سے پوچھا ناشتہ کس چیز سے کیا کرتے تھے؟

بچے بولے: ہم روٹی الماری پر مل لیتے تھے۔

باپ نے کہا: کم بختو! کبھی تو گھی کے بغیر روٹی کھا لیا کرو۔

☆ ☆ ☆

ایک بزرگ نے صبح اُٹھنے کے فائدے لڑکے کو گنوائے اور دلیل پیش کی کہ جو پرند صبح سویرے گھونسلے سے نکل آتا ہے پیٹ بھرنے کے لئے کیڑے مکوڑے اسی کو ملتے ہیں۔

"جی ہاں" لڑکے نے جواب دیا۔ آپ نے یہ بھی سوچا ہے کہ سویرے نکل آنے سے کیڑے مکوڑوں کا کیا حشر ہوتا ہے۔

☆ ☆ ☆

باپ نے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: بیٹا! محنت کا پھل ضرور ملتا ہے اب تم یہی دیکھ لو میں جس دکان پر دس روپے ماہوار پر کام کرتا تھا اب اس کا مالک ہوں۔ یہ سب میری انتھک محنت کی بدولت ہے۔

بیٹے نے جواب دیا: مگر اب وہ دور نہیں رہا اب تو دکاندار ایک ایک پیسے کا حساب رکھتے ہیں۔

☆ ☆ ☆

گاہک (دکاندار سے): اس ٹائی کی کیا قیمت ہے؟

دکاندار: سو روپے۔

گاہک: سو روپے میں تو جوتوں کا اچھا جوڑا مل جاتا ہے۔

دکاندار: تو پھر جوتوں کا جوڑا ہی گلے میں ڈال لیں۔

☆ ☆ ☆

امریکی ایکٹر اپنے دوست کو بتا رہا تھا کہ کل رومیو کا کردار کرتے ہوئے میں نے سٹیج پر مرنے کی ایسی عمدہ اداکاری کی کہ ایک شخص صدمے سے بے ہوش ہو گیا۔

دوست۔ وہ کون تھا؟ ایکٹر: وہ میرا انشورنس ایجنٹ تھا۔

☆ ☆ ☆

ایک کسان اپنے گھوڑے کو لے کر ڈاکٹر کے پاس گیا۔ ڈاکٹر نے کسان کو ایک پاؤڈر دیا اور کہا کاغذ کی ایک نلکی بنا کر اس میں پاؤڈر ڈال لینا پھر اس کا ایک سرا گھوڑے کے منہ میں اور دوسرا اپنے منہ میں رکھ کر زور سے پھونک مارنا۔ دوائی گھوڑے کے حلق میں چلی جائے گی۔ تھوڑی دیر بعد کسان روتا پیٹتا ڈاکٹر کے پاس آیا۔ ڈاکٹر نے پوچھا۔ کیا بات ہے میری ہدایت پر عمل نہیں کیا؟

کیا تھا ڈاکٹر صاحب لیکن میرے پھونک مارنے سے پہلے گھوڑے نے پھونک مار دی۔ کسان نے روتے ہوئے جواب دیا۔

☆ ☆ ☆

جج نے سزا سنانے سے قبل ملزم سے کہا: تمہیں کپڑے چوری کرتے ہوئے اپنے بچوں کا خیال کیوں نہیں آیا؟

ملزم: جناب بہت خیال آیا تھا لیکن دوکان میں ان کے ماپ کے کپڑے نہیں تھے۔

(ii) ضروریات زندگی کی فراوانی ہوگی۔

منتر نمبر 10: ''ایک پکا ہوا (Barley) جو گڑھے سے نکل کر آسمان تک جاتا ہے۔ اس شہرت یافتہ شخص کی حکومت میں انسان..... تقویٰ اور خیر کے اندر ترقی کرتا ہے''۔

وضاحت: (i) اس قسم کی تماثیل کا بیان قرآن کریم نے بھی بیان فرمایا ہے جو اس امت کے تقویٰ اور خیر کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهُ فَاٰزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهِ..... **(الفتح: 30)**

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ..... **(ابراہیم: 25)**

منتر نمبر 11: ''اللہ نے احمد کو جگایا کہ اٹھ! اور یہاں وہاں لوگوں کے پاس جا اور میری بڑائی کر۔ یقیناً میں ہی غالب ہوں۔ میں تجھے ساری نعمتیں دوں گا''۔

وضاحت: قرآن کریم میں کیا رسول کریم ﷺ سے خدا نے یہ نہیں فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ (المدثر 2 تا 4)

منتر نمبر 12: ''یہاں اے گائیو! یہاں اے گھوڑو! یہاں ترقی کرو اور بڑھو کیونکہ فقیروں کا سہارا اور ہزاروں کی خیرات کرنے والا یہاں بیٹھا ہے''۔

وضاحت: (i) گائیوں سے مراد نیک لوگ اور گھوڑوں سے مراد بہادر لوگ ہیں۔

(ii) کسی شاعر نے رسول کریم ﷺ کی شان میں یہ خوبصورت الفاظ کہے ہیں۔

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

''یعنی آپؐ خوبصورت ہیں۔ آپؐ کے چہرے سے بارش طلب کی جاتی ہے۔ آپؐ یتیموں کا سہارا اور بیواؤں کے محافظ ہیں''۔

منتر نمبر 13: ''نہیں اے غالب رب! یہ گائیں ہلاک نہ ہوں اور ان کا چرواہا ہلاک نہ ہو۔ اے غالب رب! ان کا دشمن اور ڈاکو ان پر غلبہ نہ پائے''۔

وضاحت: اس میں آپؐ اور آپؐ کی امت کے لئے دعا ہے اور اشارہ ہے کہ اللہ ان کی حفاظت کرے گا۔ شیاطین انہیں نابود نہیں کرسکیں گے۔

منتر نمبر 14: ''ہم تعریفی کلمات اور نہایت عمدہ کلام سے بڑے ادب کے ساتھ ایک بہادر کے گن گاتے ہیں۔ تو خوشی سے ہمارے گیت قبول فرما۔ تا کہ ہم کبھی ہلاک یا خسارے میں نہ رہیں''۔

یہ سارے منتروں کا حسن اختتام ہے۔

تو آپ نے دیکھا کہ کس طرح ہندومت میں بھی ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے متعلق صاف اور واضح الفاظ میں پیشگوئیاں ہیں۔ اس سے ہر صاحب انصاف کو ان پیش خبریوں کے پورا ہونے پر رسول کریم ﷺ کی غلامی میں آجانا چاہیے کیونکہ نجات اسی میں ہے۔

☆☆☆

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو خوشی پہنچائیں۔

اپنے اپنے اضلاع و حلقہ جات میں تعلیم القرآن کلاسز کا اجراء کریں اور حضور انور کو خوشی بہم پہنچائیں۔ (مہتمم تعلیم)

جود و سخا

(مکرم مظفر احمد شہزاد صاحب۔ محمود آباد اسٹیٹ)

احسان و مروّت

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب فرماتے ہیں:۔

''میاں غفار (عبد الغفار) کشمیری..... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احسان و مروت کے تذکرے کیا کرتا تھا اور ان میں اپنا یہ واقعہ بھی بیان کیا کرتا تھا کہ جب اس کی شادی ہوئی تو آپ نے دو قیمتی زیور اس کی مدد کے لئے دے دیے۔ یہ آپ کی بعثت کے زمانہ سے پہلے کی بات ہے''۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔صفحہ ۳۰۰)

ایک دشمن کو قیمتی مُشک دے دی

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب فرماتے ہیں:۔

''قادیان میں نہال سنگھ نامی ایک بانگرو جٹ رہتا تھا۔ اپنے ایامِ جوانی میں وہ کسی فوج میں ملازم بھی رہا تھا اور پنشن پاتا تھا۔ اس کا گھر جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کے دیوان خانہ سے دیوار بدیوار ہے۔ یہ سلسلہ کا بہت بڑا دشمن تھا اور اس کی تحریک سے حضرت حکیم الامت اور بعض دوسرے احمدیوں پر ایک خطرناک فوجداری جھوٹا مقدمہ دائر ہوا تھا اور ہمیشہ وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر احمدیوں کو تنگ کیا کرتا تھا اور گالیاں دیتے رہنا تو ایک معمول تھا۔ عین ان ایام میں جب کہ مقدمات دائر تھے اس کے بھتیجے سنتا سنگھ کی بیوی کے لئے مشک کی ضرورت پڑی اور کسی دوسری جگہ سے یہی نہیں کہ مشک نہ ملتا تھا بلکہ یہ بہت قیمتی چیز تھی۔ وہ اس حالت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دروازہ پر گیا اور مشک کا سوال کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کے پکارنے پر فوراً ہی تشریف لے آئے تھے اور اسے ذرا بھی انتظار میں نہ رکھا۔ اس کا سوال سنتے ہی فوراً اندر تشریف لے گئے اور کہہ گئے ٹھہرو میں ابھی لاتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے کوئی نصف تولہ مشک لا کر اس کے حوالہ کر دی''۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام صفحہ ۳۰۶)

سوال کی باریک در باریک صورتوں کو سمجھتے

''جیسے آپ کی عادت تھی کہ سائل کو کبھی رد نہ کرتے تھے اور جس طرح پر آپ بدوں سوال کرنے کے بھی اہل حاجت کی مدد فرماتے، یہ بھی آپ کی عادت شریف میں تھا کہ آپ سوال کی باریک در باریک صورتوں کو بھی خوب سمجھتے تھے اور ایسے موقعہ پر بھی اپنی عطا سے کام لیتے۔ صاحبزادہ سراج الحق صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ کے پاس ایک خوب صورت ٹوپی بھیجی جب یہ پارسل حضرت کی خدمت میں پہنچا تو اتفاق سے ایک ہندو صاحب بھی پاس موجود تھے۔ آپ نے پارسل کو کھولا تو وہ ٹوپی نکلی۔ اس ہندو نے اس ٹوپی کی بہت تعریف کی۔ آپ نے جب اس کے منہ سے ٹوپی کی تعریف سنی تو جھٹ وہ ٹوپی اس کو دے دی''۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔صفحہ ۳۰۰،۳۰۱)

اپنے کپڑے عموماً دے دیتے

''جب حضرت اقدس علیہ السلام نے بعثت کا اعلان کیا اور لوگوں کو یہ بھی علم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو بشارت دی ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے تو لوگ علی العموم آپ سے کپڑوں کا سوال کرتے تھے اور آپ بھی کسی کو جواب نہیں دیتے تھے اور بعض اوقات یہ حالت ہوجاتی تھی کہ آپ کے بدن پر ہی کپڑے رہ جاتے تھے باقی سب دے دیے جاتے تھے''۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۔صفحہ ۳۰۱)

سوال کا پورا کرنا

حضرت مفتی محمد صادق صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

''میرے پاس ایک چھوٹی سی حمائل ہوا کرتی تھی ۔جس کا خط بھی بہت واضح تھا اور وہ مجھے پسند تھی ۔مگر ایک شخص نے سوال کیا ۔تو میں نے اُسے دیدی تا کہ سوال رد نہ ہو''۔

(ذکر حبیب ۔صفحہ ۱۷۷)

نہالا بہاروراج کے ساتھ سلوک

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب فرماتے ہیں:۔

''قادیان میں ایک شخص نہال چند (نہالا) بہاروراج ایک برہمن تھا۔ اپنی جوانی کے ایام میں وہ ایک مشہور مقدمہ باز تھا۔ آخر عمر تک قریباً اس کی ایسی حالت رہی ۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو حضرت اقدس کے خاندان کے ساتھ عموماً مقابلہ اور شرارتیں کرتے رہتے تھے ۔پھر سلسلہ کے دشمنوں کے ساتھ بھی وہ رہتا۔ اخیر عمر میں اس کی مالی حالت نہایت خراب ہوگئی اور یہاں تک کہ بعض اوقات اس کو اپنی روزانہ ضروریات کے لئے بھی مشکلات پیش آتی تھیں ۔ اس نے ایک مرتبہ حضرت اقدس کے دروازے پر آکر ملاقات کی خواہش کی اور اطلاع کرائی ۔حضرت صاحب فوراً تشریف لے آئے ۔ اس نے سلام کر کے اپنا قصہ کہنا شروع کیا۔ حضرت اقدس نے نہ صرف تسلی دی بلکہ پچیس روپے کی رقم لا کر اس کے ہاتھ میں دے دی اور فرمایا کہ فی الحال اس سے کام چلاؤ پھر جب ضرورت ہو مجھے اطلاع دینا۔ چنانچہ اس کے بعد اس شخص کا معمول ہوگیا کہ وہ مہینے دو مہینے کے بعد آتا اور ایک معقول رقم آپ سے اپنی ضروریات کے لئے لے جاتا ۔ وہ نہ صرف حضرت اقدس سے لیتا تھا بلکہ حضرت خلیفہ اوّل سے بھی اس نے بطور قرض ایک معقول رقم ایک خاص وعدہ پر لی تھی ۔جب وہ وعدہ کا وقت گزر گیا تو حضرت خلیفہ اوّل نے اس سے مطالبہ کرایا۔ مگر اس نے یوں ہی سرسری جواب دے کر ٹال دیا۔ آخر حضرت خلیفہ اوّل نے مجھے فرمایا کہ میں اس سے مطالبہ کروں۔ میں نے جب اس کو کہا تو اس نے مندرجہ بالا واقعہ اپنا بیان کیا اور کہا کہ ''مولوی صاحب بار بار آدمی بھیجتے ہیں مرزا جی تو مجھے ہمیشہ روپیہ دیتے ہیں اور اس سے میرا گذارہ چلتا ہے''۔ میں نے آخر حضرت خلیفہ اوّل سے واقعات عرض کئے تو فرمایا کہ اچھا اب اس کو نہ کہنا''۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۔صفحہ ۲۹۹، ۳۰۰)

سوال کی بھی نوبت نہ آنے دیتے

جہاں آپ کی عادت میں یہ تھا کہ آپ سائل کو کبھی رد نہ کرتے تھے یہ امر بھی آپ کے معمولات میں تھا کہ بعض لوگوں کی ضرورتوں کا احساس کر کے قبل اس کے کہ وہ کوئی

سوال کریں ان کی مدد کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۰۴ء کی صبح کو قبل نماز فجر آپ نے کچھ روپیہ جس کی تعداد آٹھ یا دس ہوگی ایک مخلص مہاجر کو یہ کہہ کر دیے کہ موسم سرما ہے آپ کو کپڑوں کی ضرورت ہوگی۔ اس مہاجر کی طرف سے کوئی سوال نہ تھا۔ خود حضور علیہ السلام نے اس کی ضرورت محسوس کر کے یہ رقم عطا کی۔ یہ ایک واقعہ نہیں متعدد مرتبہ ایسا ہوتا اور مخفی طور پر آپ عموماً حاجت مند لوگوں سے سلوک کرتے رہتے اور اس میں کسی دوست دشمن ہندو یا مسلمان کا امتیاز نہ تھا۔

(سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ صفحہ ۲۹۸، ۲۹۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عطا

حضرت حاجی غلام احمد (سکنہ کریام ضلع جالندھر) بیان کرتے ہیں کہ میں اور حاجی رحمت اللہ صاحب سکنہ راہوں اور حکیم عطا محمد صاحب مرحوم (بیت) مبارک میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عطا محمد صاحب مرحوم ایک نرم چمڑے کی دیسی جوتی حضور کے لئے بنوا کر لائے اور حضور کی خدمت میں پیش کرتے وقت مرحوم نے عرض کی کہ حضور یہ جوتی پاؤں کو لگے گی نہیں یعنی نرم ہے، آرام دے گی۔ حضور نے فرمایا ایسی ہی جوتی چاہیے۔ حضور خود اٹھا کر اندر لے گئے۔ اگلے روز وہ جوتی مہمان خانہ سابق میں ایک بوڑھے شخص کے پاؤں میں دیکھی۔ (رجسٹر روایات (رفقاء) نمبر ا صفحہ ۲۹)

حکیم اللہ دتہ صاحب روایت کرتے ہیں کہ سرفراز خاں بیان کرتا ہے کہ میں قادیان آیا، حضور ہمارے ساتھ ہی کھانا کھانے لگ گئے۔ میرے برتن میں سالن کم تھا اور مسیح موعود علیہ السلام کے برتن میں سالن زیادہ تھا۔ میں نے سمجھا کہ باورچی کی غلطی ہے کہ میرے برتن میں تھوڑا سالن ہے اور مسیح موعود علیہ السلام کے برتن میں زیادہ۔ میں اس خیال میں تھا کہ حضور نے میرا برتن اپنے آگے رکھ لیا اور اپنا برتن میرے آگے رکھ دیا اور میں اس وقت پانی پانی ہوگیا۔

(رجسٹر روایات (رفقاء) نمبر ا۔ صفحہ ۱۰۵)

حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری (ساکن قادیان) روایت کرتے ہیں۔ ایک دفعہ حضور علیہ السلام (بیت) مبارک میں خدام کے درمیان تشریف فرما تھے اور ڈاکٹر محمد یعقوب صاحب نے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے لئے ایک دوائی بتلائی جو لاہور سے پندرہ روپے قیمت پر لائے تھے۔ حضور علیہ السلام اندر تشریف لے گئے اور پندرہ روپے قیمت دوائی کے علاوہ آمد و رفت لاہور کا کرایہ بھی ایک آدمی کا دیا۔

(رجسٹر روایات (رفقاء) نمبر ۸۔ صفحہ ۷۰)

احمد نور کابلی صاحب (ولد اللہ نور کابلی ساکن قادیان) روایت کرتے ہیں کہ مسیح موعود علیہ السلام نے خود بخود مجھے مکان کے لئے زمین عطا کی اور میری شادی بھی بغیر میری تحریک کے کردی۔ میرے بغیر علم کے مجھے رخصتانہ پر بمعہ چند احباب کے بھیج دیا۔ میرے لئے ایک بوری آٹے کی اپنے لنگر سے مقرر کردی اور فرمایا کہ جب تک احمد نور زندہ ہے میرے حساب سے یہ آٹا دے دیا کرو۔ (اور یہ مولوی محمد علی صاحب کو حکم دیا گیا۔)

(رجسٹر روایات رفقاء نمبر ۵۔ صفحہ ۱۳۵)

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب فرماتے ہیں کہ میں چھ آدمیوں کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوا تھا۔ ان دنوں میں کسی ایک نے ہمیں یہ بھی سنایا کہ جب ہمارے پاس رسد ختم ہوجاتی ہے تو ہم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کر دیتے ہیں کہ حضور آٹا وغیرہ ختم ہو گیا ہے۔ حضور علیہ السلام فوراً اندر چلے جاتے اور رومال میں روپے لاتے اور ہمیں دے دیتے ہیں۔ ہمیں نہیں معلوم کہ حضور کے پاس روپیہ کہاں سے آتا ہے بعض دفعہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ ایک وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس کوئی روپیہ نہ تھا مگر جب ہم نے دوبارہ حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضور شام کے کھانے کے لئے آٹا قطعاً نہیں تو حضور نے تھوڑی دیر میں اندر سے روپیہ لا دیا۔

(ایاز محمود سوانح حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب صفحہ ۴۴)

مکرم قریشی عطاء الرحمٰن صاحب اپنے والد مکرم حضرت حافظ محمد امین صاحب مہاجر کے بیان کردہ واقعہ کو اپنی کتاب "حیات امین" میں درج فرماتے ہیں کہ اکثر دوست نئے کپڑے حضور علیہ السلام کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام سے پرانا اور مستعملہ کپڑا بطور تبرک کے مانگ لیا کرتے۔ میرے سامنے متعدد بار ایسا ہوا۔ لیکن حضور علیہ السلام نے کسی کو بھی انکار نہ فرمایا اور جو کپڑا بھی مل سکا دے دیا۔ بعض اوقات نیا کپڑا معمولی ہوتا تھا اور مستعملہ کپڑا قیمتی ہوتا تھا لیکن حضور علیہ السلام نے کبھی اس کا خیال نہ فرمایا اور نیا معمولی کپڑا بھی حضور علیہ السلام پہن لیا کرتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ کوئی قمیض، شلوار اور پگڑی شائد ہی ایک ماہ تک حضور علیہ السلام کے پاس رہتی ہوگی۔ مگر بعض اوقات دیکھا ہے کہ نیا کپڑا پہن کر حضور نے اتارا اور ابھی وہ ایک دفعہ بھی دھلنے نہ پایا کہ وہ تبرک کے طور پر کسی نہ کسی نے مانگ لیا۔

(حیات امین۔ صفحہ ۴۲، ۴۳۔ مرتبہ قریشی عطاء الرحمٰن صاحب)

نتیجہ مقابلہ مضمون نویسی سہ ماہی سوم
بعنوان "پانچ بنیادی اخلاق"

اول:	فراست احمد	طاہر ہوسٹل، ربوہ
دوم:	ملک فرحان احمد	گوجرانوالہ شہر
سوم:	قیصر محمود	دارالعلوم جنوبی، ربوہ
چہارم:	عمر طیب درّانی	راولپنڈی
پنجم:	شکور احمد بلوچ	لطیف آباد، حیدرآباد
ششم:	فضل احمد	اقبال ٹاؤن، لاہور
ہفتم:	طلحہ بن خالد	دارالنور، فیصل آباد
ہشتم:	کاشف محمود دانش	فیصل ٹاؤن، لاہور
	یحیٰ وسیم قریشی	نارتھ کراچی
نہم:	شکیل احمد	منڈی احمد آباد، اوکاڑہ
دہم:	بشارت محمود	بدین شہر

(مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ، پاکستان)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب بیان کرتے ہیں۔ ایک دفعہ میں لاہور سے قادیان آیا ہوا تھا کہ (بیت) میں میرا جوتا گم ہو گیا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو معلوم ہوا تو حضور نے اپنا پرانا جوتا مجھے پہننے کے لئے بھیج دیا۔ (ذکر حبیب۔ صفحہ ۴۵)

☆☆☆